16

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

۱۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء

قیمت ۵ آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

Hamid

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وضو پر وضو کرنا ثواب ہے

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من توضأ على طهر كتب له عشر حسنات رواه الترمذی

روایت ہے ابن عمرؓ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص وضو کرے وضو پر لکھی جاتی ہیں اس کے لیے دس نیکیاں۔

وضو نماز کی کنجی ہے

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الجنة الصلوٰة ومفتاح الصلوٰة الطهور رواه احمد۔

جابرؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کی کنجی نماز ہے۔ اور نماز کی کنجی وضو۔

وضو اچھی طرح کرنے کا حکم

عن شبيب ابی روح عن رجل من اصحاب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلى صلوٰة الصبح فقرأ الروم فالتبس عليه فلما صلى قال ما بال اقوام يصلون معنا لا يحسنون الطهور وانما يلبس علينا القرآن اولئك رواه النسائی

شبیبؓ بن ابی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھی اور اس کے اندر سورۃ روم کو پڑھا۔ پس آپ کو متشابہ ہوا پھر جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور اس وجہ سے ہم پر اشتباہ ڈالتے ہیں قرآن میں۔

وضو سے جسم کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں

عن عبد اللہ الصنابحی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ العبد المؤمن فمضمض خرجت الخطايا من فيه واذا استنثر خرجت الخطايا من انفه فاذا غسل وجهه خرجت الخطايا من وجهه حتى تخرج من تحت اشفار عينيه فاذا غسل يديه خرجت الخطايا من يديه حتى تخرج من تحت اظفار يديه فاذا مسح براسه خرجت الخطايا من راسه حتى تخرج من اذنيه فاذا غسل رجليه خرجت الخطايا من رجليه حتى تخرج من تحت اظفار رجليه ثم كان مشيه الى المسجد وصلوٰته نافلة له رواه مالك والنسائی۔

عبداللہ الصنابحیؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مومن بندہ وضو کا ارادہ کرتا ہے۔ پس کرتا ہے کلّی تو خارج ہو جاتے ہیں گناہ اس کے منہ کے اور جب ناک جھاڑتا ہے تو نکل جاتے ہیں گناہ ناک کے اور جب منہ دھوتا ہے تو نکل جاتے ہیں گناہ چہرہ (اور آنکھوں کے) یہاں تک کہ پلکوں کے نیچے کے گناہ بھی خارج ہو جاتے ہیں اور جب ہاتھ دھوتا ہے۔ تو دونوں ہاتھوں کے گناہ دُھل جاتے ہیں یہاں تک کے ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے کے گناہ بھی اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ کانوں کے گناہ بھی اور جب پاؤں کو دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے گناہ بھی پھر وہ چلتا ہے مسجد کی طرف اور اس کی نماز اس کے (اعمال میں) زیادتی ہے۔

قیامت کے دن وضو کے اعضا روشن ہوں گے

عن ابی هريرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتى المقبرة فقال السلام عليكم دار قوم مؤمنين وانا ان شاء اللہ بكم لاحقون وددت انا قد راينا اخواننا قالوا اولسنا اخوانك يا رسول اللہ قال انتم اصحابی واخواننا الذين لم ياتوا بعد فقالوا كيف تعرف من لم يات بعد من امتك يا رسول اللہ فقال ارايت لو ان رجلا له خيل غر محجلة بين ظهری خيل دهم بهم الا يعرف خيله قالوا بلى يا رسول اللہ قال فانهم ياتون غرا محجلين من الوضوء وانا فرطهم على الحوض رواه مسلم

ابوہریرہؓ کہتے ہیں ــ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقبرہ (جنت البقیع) میں تشریف لے گئے۔ پس فرمایا آپ نے سلامتی ہو تم پر اے قوم مومنین کی جماعت اور ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ اور تمنا رکھتا ہوں میں اس کی کہ دیکھیں ہم اپنے بھائیوں کو۔ (یہ سنکر) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں آپؐ نے فرمایا تم میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی (دنیا میں) نہیں آئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ قیامت میں ان لوگوں کو کیونکر پہچانیں گے جو ابھی تک آپ کی امت میں نہیں آئے آپ نے فرمایا مجھ کو بتلاؤ کہ اگر ایک شخص کے پاس سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے گھوڑے ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں کے اندر ملے ہوئے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو شناخت نہ کرے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا وہ (قیامت میں) وضو کے اثر سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے آئیں گے اور میں حوض کوثر پر ان کا میر سامان ہوں گا۔

بے وضو نماز قبول نہیں ہوتی

عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل الصلوٰة من احدث حتى يتوضأ متفق عليه

ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے وضو کی نماز قبول نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۷ | جمعۃ المبارک ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء | شمارہ ۲۳

گداگری — ایک قومی روگ

ایک ایسے قانون کا مقامی طور پر اطلاق ہونے والا ہے جس کی رو سے گداگری کو قابلِ دست اندازی پولیس جرم قرار دیا گیا ہے۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ حکومت کے اس اقدام سے اس قومی روگ کا بہت حد تک تدارک ہو جائیگا لیکن ممکن ہے۔ کہ عادی اور پیشہ ور گداگر قانون کی نظروں سے بچنے کی کوشش کریں۔ اس لئے عوام کو چاہئے کہ مجلسی طور پر ان کی اصلاح کے لئے کوشاں رہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ کرنا چاہیے۔ کہ اصلی اور نقلی گداگروں کی تشخیص کریں اصلی گداگر وہی ہوسکتے ہیں۔ جو شومئے قسمت سے اس حال پر مجبور ہوں مثلاً لاوارث بیوگان یا یتیم بچے وغیرہ یا پھر جو بدقسمتی سے بصارت کھو بیٹھیں یا اپاہج ہو جائیں اور کوئی ذریعہ معاش اختیار کرنے کے قابل نہ ہوں اس قسم کے گداگر فی الواقع ہماری امداد کے مستحق ہیں۔ لیکن ہمیں ان کی تعداد میں اضافہ نہیں ہونے دینا چاہئے۔ ان کی خاطرخواہ امداد سے انہیں فارغ البال کردیں ایک آدھ اپاہج خانہ بنالیں جہاں تک ہوسکے بیوگان کے نکاح ثانی کا انتظام کردیں۔

تھوڑے سے احساس کی ضرورت ہے ہم میں سے چند آدمی کچھ وقت صرف کریں اور دوسرے تھوڑا سا سرمایہ مثال کے طور پر ایک انجمن کی تشکیل کی جائے جس کا کام ایسے لوگوں کی نگہداشت ہو۔ عام مسلمان اس کی مالی امداد صدقات و زکوٰۃ سے کریں۔ اگر ایسی انجمن فی الحال موجود ہے تو اس کی زیادہ سے زیادہ اعانت کریں اور اُسے مالی طور پر اس قابل بنادیں کہ وہ امداد کا بیڑہ اُٹھا سکے آزاد ممالک میں ایسی انجمنوں کا فقدان نہیں ہے۔ اس قسم کے چھوٹے چھوٹے لیکن اشد ضروری مسائل اہل ملک نے خود سنبھال رکھے ہیں۔

جہاں تک مصنوعی اور تن آسان گداگران کا تعلق ہے ہمیں نہ صرف ان کو کچھ دینا بند کر دینا چاہئے بلکہ جلد از جلد اُن سے نجات حاصل کرنی چاہیے۔ یہ امر بالخصوص قابل ذکر ہے کہ ایسے نقلی گداگر صرف ناجائز طور پر بھیک ہی نہیں مانگتے بلکہ ہر برائی کر گزرتے ہیں مثلاً جوا کھیلنا منشی اشیا کا استعمال کرنا۔ چوری کرنا۔ جیب تراشی اور دوسری بیشمار قسم کی جنسی بد اخلاقیاں ان سے سرزد ہوتی ہیں ہمارے ملک میں ہزاروں ایسے مسلمان خاندان موجود ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ گداگر چلے آتے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ان کو ختم کیا جائے جب ایسے عناصر کی تطہیر کے لئے حکومت نے مناسب قانون وضع کر دیا ہے تو ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ کہ قانون کے اطلاق میں پوری سعی کریں۔ ہمارے تعاون ہی سے اس قومی روگ کا مناسب علاج ہوسکتا ہے جہاں کہیں ایسے قانون شکن گداگروں کو دیکھیں فوراً انہیں حکام کے حوالے کریں یہ گداگر ہمیں مسجد میں ملیں یا بازار میں ہمارے دروازے پر آئیں یا ریلوے ٹرین میں ہمارے سامنے ان کی شکل نمودار ہو ہمیں ہر وقت ان سے ہوشیار اور ان کی اصلاح کے درپے رہنا چاہیے آج جو ہم سنتے ہیں کہ فلاں یورپی ملک میں گداگر دیکھنے کو نہیں ملتا تو یہ صورت حال کسی طلسمی طریق یا کسی سائنس کی ایجاد سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ عوام کے تعاون سے اُن لوگوں نے قوم کے ماتھے سے اس بدنما داغ کو دھو ڈالا ہے۔

"معمّہ بازی"

برّصغیر ہند و پاکستان کی تقسیم کے بعد ہم میں جو قومی برائیاں پیدا ہوگئی ہیں اُن میں سے ایک معمّہ بازی ہے اخباری معمّہ بازی نئی ایجاد تو نہیں لیکن قومی زبان کے جرائد و رسائل اس سے ضرور چند سال قبل ناآشنا تھے ایک رسالہ نے دہلی (بھارت) سے اس برائی کی ابتدا کی چاہیے تو یہ تھا کہ قومی پریس یک آواز اس برائی کو روکنے کی سعی کرتا لیکن یہاں کے کئی اخبار اور جرائد نے برائی کی پوری طرح تقلید کی اور یہ "ادبی مرض" متعدی بن کر قوم کے خواندہ طبقہ میں روز افزوں ترقی کرتا گیا۔ متعدد جرائد نے صحافت اور ادب کو پس پشت ڈال کر تمام تر توجہ معمّہ سازی اور معمّہ بازی پر مجتمع کردی۔ کسی اخبار نے اس برائی کے رد میں مؤثر آواز نہ اٹھائی بلکہ کئی اخباروں نے بالواسطہ یوں اعانت کی کہ انہوں نے معمّوں پر تبصرے شروع کردئے اُن کی طرف سے جاری کردہ اشتہارات چھاپنے شروع کردئے غرضیکہ جس کو بھی اس قومی لوٹ کھسوٹ میں سے عشر عشیر بھی ملا اُس نے اُس کو حاصل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہ ہونے دیا

معمّہ بازی ایک کاغذی جوا ہے عدالت عالیہ اسے قوم کے لئے مہلک اور خطرناک قرار دے چکی ہے۔ بلکہ حکومت سے سفارش بھی کی گئی تھی کہ قوانین وضع کرکے اس جوا بازی کا قلع قمع کیا جائے۔ درست ہے کہ حکومت کی طرف سے اقدام نہیں کیا گیا اس برائی سے روک چکا ہوتا۔ لیکن الحمد للہ ہم مسلمان ہیں خود بھی دماغ کان اور آنکھیں رکھتے ہیں۔ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ صرف ایک معمّہ ہر ماہ ایک لاکھ روپیہ کا کاروبار کرتا ہے۔ جس معمّہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ اخباری اشتہارات کے مطابق صدماہی سالگرہ منا رہا ہے اور اس موقع پر ڈھائی لاکھ روپیہ کا ہیر پھیر ہوگا۔ یہ ہمیں کسی سے سننے کی ضرورت نہیں کہ اب تک اس معمّہ نے تقریباً ایک کروڑ روپیہ اس غریب اور معاشی بدحالی میں گرفتار قوم سے وصول کیا ہوگا۔ اور خوب ہاتھ رنگے ہوں گے اگر بالفرض ایک لمحہ کے لیے اُنکی "دیانتداری" کو تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی ہزاروں نادار لوگوں کی جیب سے روپیہ نکل کر چند آدمیوں کے جیب میں جاتا ہے وہ یقیناً اس "دست غیب" کو قومی کاموں میں صرف نہیں لگتے ہونگے کسی غریب کی امداد نہیں ہوتی ہوگی کسی نادار کی بہو بیٹی معمّہ کے انعام سے گھر سے نہیں اٹھتی ہوگی غریب طالب علم کے مصارف اس دولت سے برداشت نہیں کئے جاتے ہوں گے۔ بلکہ مالِ حرام بود بجائے حرام رفت

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

بہنوں کے نام ـــــ اصلی انسانی زیور

یہ نظم بہنوں کے لئے پیش کی جا رہی ہے آپ کا فرض ہے کہ اس نظم کی افادیت کو پہلے خود سمجھیں پھر اس کو اپنی نابالغ اور معصوم بچیوں، بالغ بیٹیوں اور شادی شدہ بہو بیٹیوں کو ضرور حفظ کرائیں تاکہ وہ موجودہ نمائشی راستوں سے جن میں سراسر تباہی و بربادی بھری پڑی ہے اور نجات کا کوئی راستہ نہیں سے بچ کر اور ہٹ کر اللہ اور اس کے رسُول کی بتائی ہوئی پسندیدہ راہوں پہ گامزن ہو کر ترقیِ اسلام کا موجب بنیں۔ اس نظم میں اخلاقِ حسنہ کو مناسب اور بہتر پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے اور سیم و زر کے زیوروں کے مقابلہ میں اصلی اسلامی زیور سے آگاہ کیا گیا ہے .... (وما علینا الا البلاغ) احقر، خیال کاشمر

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی امی جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے

کون سے زیور ہیں اچھے یہ بتا دیجئے مجھے
اور جو بدزیب ہیں یہ بھی بتا دیجئے مجھے!

تا کہ اچھے اور بُرے ہیں مجھ کو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز

یوں کہا ماں نے محبّت سے کہ اے بیٹی مری
گوشِ دل سے بات سُن لو زیوروں کی تم ذری

سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین و دنیا کی بھلائی جس سے اے جاں آئے ہاتھ

سر پہ جھُومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام
چلتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہی سب انساں کے کام

بالیاں ہوں کان میں اے جان گوشِ ہوش کی
اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکوں میں ہو بھری!

اور آویزے[1] نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں
گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں!

کان کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب
کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراقِ کتاب

اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں
نیکیاں، پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں

قوتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازُو بند ہو!
کامیابی سے سدا تو خرّم و خرسند ہو

ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں
ہمّتیں بازو کی اے بیٹی تیری درکار ہیں

ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے،
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے،

کیا کروگی اے مری جاں زیورِ خلخال[2] کو!
پھینک دینا چاہیئے بیٹی بس اس جنجال کو

سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نورِ بصر
تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پر

سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں'

ماخوذ از بہشتی زیور مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی رح

[1] آویزے۔ کان کا زیور، بُندے
[2] خلخال۔ جھانجن، پاؤں کی چوڑیاں،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیرۃ کانفرنس کراچی

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

میری تقریر کا موضوع ارکان سیرت کمیٹی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تجویز فرمایا ہُوا ہے - اور میں بھی انہیں حضرات کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسی مقدس عنوان پر چند سطور تحریر میں لاکر اس اجتماع عظیم میں پیش کرنے کے لئے لایا ہوں - اگرچہ اس مقدس عنوان پر اپنی نوک قلم کو حرکت میں لانا میرے لئے بعینہٖ ویسا ہی ہے کہ جس طرح بقول بعض مفسرین حضرات - حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے خریداروں میں جہاں بڑے بڑے دولتمند بڑی بڑی گرانقدر رقمیں لیکر خریداری کے لئے حاضر ہوئے تھے وہاں ایک بڑھیا سوت کی اَٹی بھی لے کر آئی ہوئی تھی - لوگوں نے اس بڑھیا سے کہا - مائی اس غلام کے خریدنے کے لئے تو بڑے بڑے مالدار اپنے خزانوں کے منہ کھولنے کے ارادوں سے آئے ہوئے ہیں - تیرے سوت کی اَٹی پر تمہیں کس طرح یوسف (علیہ السلام) ایسا غلام مل سکتا ہے -

بڑھیا کا عجیب جواب

کہنے لگی - میں جانتی ہوں - کہ اس سوت کی اَٹی پر مجھے یوسف (علیہ السلام) ایسا دنیا بھر کا بے نظیر و بے مثل خوبصورت غلام کیسے مل سکتا ہے - مگر اس خیال سے اَٹی لے کر اس مجمع میں آئی ہوں - تاکہ میرا نام بھی قیامت کے دن یوسف (علیہ السلام) کے خریداروں میں توشمار ہو -

بعینہٖ

یہی حال میرا ہے - کہ مجھ ایسا سیاہ کار گنہگار اور سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ سیرت پر طبع آزمائی اور خامہ فرسائی -

این چہ بوالعجبی است

مگر

سیرت کمیٹی کے اس اجلاس کا انعقاد کرنے والے حضرات نے مجھ سے مشورہ لئے بغیر اور منظوری حاصل کرنے کے سوا خود ہی اس گنہگار کے لئے یہ مضمون تجویز فرمایا - اور یہاں تک جرأت فرمائی - کہ اس مقدس اجتماع کے متعلق ایک بہت بڑا پوسٹر طبع کراکر اور اس میں میرے نام یہ مقدس مضمون منسوب کرکے میرے ہاں بھجوا دیا - پوسٹر وصول ہونے کے بعد میں نے اپنا فرض عین خیال کیا - کہ باقی سب مشاغل کو نظر انداز کرکے اس دعوت کو بسروچشم قبول کروں - کیونکہ اس دعوت کا تعلق اس مقدس وجود مسعود سے ہے - جس کی نظیر اس دُنیا کی ابتدا سے لے کر اس کے خاتمے تک مل ہی نہیں سکتی - اور جس کے ساتھ میرا تعلق عقیدت - محبت اور اتباع کے باعث ٹھیک رہا - تو قیامت کے دن اسی کے حوض کوثر سے پانی پینا نصیب ہوگا - جس کی تاثیر کی برکت سے پچاس ہزار سالہ والے دن میں پھر پیاس نہیں لگے گی - جس کی گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا -

حضور انور کا ارشاد ملاحظہ ہو

عَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تُدْنَی الشَّمْسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْھُمْ بِمِقْدَارِ مِیْلٍ فَیَکُوْنُ النَّاسُ عَلٰی قَدْرِ اَعْمَالِھِمْ فِی الْعَرَقِ فَمِنْھُمْ مَنْ یَکُوْنُ اِلٰی کَعْبَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَکُوْنُ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَکُوْنُ اِلٰی حَقْوَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یُلْجِمُھُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ اِلٰی فِیْہِ رواہ مسلم -

ترجمہ - مقداد نے کہا - میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا - آپ نے فرمایا - قیامت کے دن سورج لوگوں کے قریب ہوگا - یہاں تک کر ان سے ایک میل کی مقدار کی بلندی پر ہوگا - پھر لوگ اپنے اعمال کے لحاظ سے پسینے میں ہوں گے - بعض اُن میں سے ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا - اور بعض اُن میں سے ایسے ہوں گے جن کے گھٹنوں تک ہوگا - اور بعض اُن میں سے ایسے ہونگے جن کی کمر تک ہوگا - اور بعض اُن میں سے ایسے ہونگے جن کے منہ کے اندر لگام کی طرح ہوگا - اور آپ نے اپنے ہاتھ سے لگام کی صورت دکھانے کے لئے اپنے مُنہ کی طرف اشارہ کیا -

ایک فقرہ میں آپ کی بے نظیر سیرت کا اعلان

اللہ جل شانہٗ نے قرآن مجید کے ایک چھوٹے سے فقرے میں حضور انور کی سیرت مقدسہ کا بے نظیر نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے - فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ سورہ القلم رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - بے شک آپ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں -

اللہ تعالیٰ جس مقدس ہستی کے متعلق قرآن مجید میں خلق عظیم کے حامل ہونے کا اعلان فرمائے - کیا اُس وجود مسعود سے بڑھ کر کسی کی سیرۃ کا درجہ بلند ہوسکتا ہے -

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں - " یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات٭ کا تصوّر کیا جاسکتا ہے - ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی - نہ اُس کا کلام اس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے - برخلاف اس کے آپ کی ذات قرآن ہے اور آپ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر - قرآن جس نیکی - جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے - وہ آپ میں فطرۃً موجود اور جس بدی اور زشتی سے روکتا ہے - آپ طبعاً اُس سے نفور و بیزار ہیں - پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہُوئی ہے - کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہٹنے نہیں پاتی - آپ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں

٭ [illegible]

جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور سطح نظر اس قدر بلند ہو۔ بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کریگا۔ آپؐ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور درد مندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے تھے۔ جس کی بدولت "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ" کا عتاب سننے کی نوبت آئی تھی۔ فی حقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے۔ کہ آدمی دنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذاہل نہ ہو۔ جب تک یہ چیز قلب میں موجود رہیگی۔ تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اتریں گے۔

حضور انورؐ کی سیرت کے مختلف پہلو

عرض کرنا چاہتا ہوں اور ان پہلوؤں کے پیش کرنے کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہر کلمہ گو مرد و عورت کا فرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے ہر عمل حیات کو مشعل راہِ حیات بنائے چنانچہ اس عرضداشت کا

ثبوت

ملاحظہ ہو۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝) سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ مَیں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل حیات کو اپنے لئے دنیا کی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر عمل میں مشعل راہ بنائے۔

نتیجہ

اس اتباع کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ اس سے اللہ جل شانہٗ راضی ہو جائیگا۔ اور جہنّم سے بچ کر جنّت میں پہنچ جائیگا اللھم اجعلنا منھم۔

بطورِ مثال مختلف پہلوؤں کی تفصیل

اگر غور سے دیکھا جائے تو جب اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے آپ کی حیاۃ طیبہ کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپؐ کی مبارک زندگی کا ہر پہلو بے نظیر اور قابلِ صد تحسین ہے۔ اور آپؐ کی مختلف حیثیتوں کو دیکھتے ہوئے یہ شعر یاد آتا ہے۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مثلاً

کبھی دیکھا جائے تو مدینہ منورہ کی مسجد میں، بوقت نماز کے آپ امام ہیں۔
〃 〃 〃 تو حضورؐ مدینہ منورہ کی جامع مسجد کے جمعہ کے خطیب ہیں۔
〃 〃 〃 تو حضور انورؐ بحیثیت قاضی اور جج کے فیصلے فرما رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو بحیثیت جرنیل فوج کے میدانِ جنگ میں فوجوں کو ترتیب دے رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو حضور انورؐ بحیثیت ایک بادشاہ کے سلاطین دنیا کے ہاں وفود بھیج رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو مدینہ منورہ کی دنیا بھر کی مرکزی درسگاہ علم کے مسند درس پر درس علم و حکمت سے خدام کے قلوب کو منور فرما رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو سلاطین کی طرح باہر سے آئے ہوئے وفود کو شرفِ ملاقات کا موقعہ عطا فرما رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو میدانِ جنگ میں جب بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ چکے ہیں تو دشمنان اسلام کو اس نعرہ سے مرعوب کر رہے ہیں۔ "انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب" مَیں جھوٹا نبی نہیں ہوں (کہ کفر کی ہیبت سے مرعوب ہو جاؤں) اور ویسے بھی مَیں عبد المطلب کا پوتا ہوں (اس لئے بھی میری خاندانی روایات کے خلاف ہے۔ کہ دشمنوں سے مرعوب ہو کر میدان جنگ چھوڑ جاؤں۔

حضور انور کی سیرت کا ایک پہلو

آپ کا تعلق باللہ

پہلا اعلان

(اٰمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝) سورہ البقرہ رکوع ۴۰ پارہ ۳

ترجمہ۔ رسولؐ نے مان لیا۔ جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا۔ سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان اور آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے ایمان کی شہادت دی۔ کہ سب مومن ہیں۔ اور کچھ تفصیل بھی فرمائی ہے کہ فقط آپؐ پر ایمان نہیں لائے بلکہ آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے تھے اُن سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے تمام فرشتوں اور تمام سابقہ کتب سماویہ پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ (اور حضور انورؐ اور آپ کے صحابہ کرام اعلان فرما رہے ہیں) کہ اے اللہ ہم تیرے نازل کردہ احکام پر عمل بھی ضرور کریں گے۔ اے اللہ اگر تیرے احکام کی تعمیل میں کوئی قصور ہو جائے تو معاف فرما دیں۔ اے اللہ (ہمارا یقین ہے) ہم نے دنیا سے رخصت ہو کر پھر تیرے ہی حضور میں پیش ہونا ہے۔ (لہٰذا آخرت کی کامیابی کے لئے بھی تیرے نازل کردہ احکام پر ضرور ہی عمل کریں گے)

سچا۔ کھرا اور اصلی

قرآن مجید کے مذکور الصدر اعلان

کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا۔ کھرا اور اصلی اُمتی کہہ دیجئے۔ یا مسلمان کہہ دیجئے۔ فقط وُہی شخص ہوگا۔ جو مذکورۃ الصدر آیت کے نقل شدہ اعلانات کو تہ دل سے مانے۔ ورنہ اگر ان احکام کو دل سے نہ مانے تو بے ایمان ہوگا۔ اور اگر دل سے تو مان لے۔ مگر عملی جامہ پہنانے سے قاصر ہو تو وہ مومن فاسق کہلائے گا۔ یعنی بدمعاش۔

دوسرا اعلان

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝)

سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور مَیں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ سید المرسلین خاتم النبیینؐ نے اس آیت میں اپنے متعلق اعلان فرما دیا ہے کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وقف ہے۔ یعنی وُہی کام کرونگا جس میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہو۔ اور کوئی کام ایسا نہیں کروں گا۔ جس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو۔

نتیجہ

چونکہ ہر ایک مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنانے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر سب مسلمان حضور انورؐ کے اس اعلان نمبر دوم کا صحیح معنوں میں اتباع کریں۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کی اُمّت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

تیسرا اعلان

(فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝) سورہ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۳

ترجمہ۔ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو اُن سے کہدے کہ مَیں نے اپنا مُنہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے۔ اور اُن لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں اور اُن لوگوں سے کہہ دے۔ جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ اور ان پڑھوں سے۔ آیا تم بھی (اللہ کے حکم کے) تابع ہوتے ہو۔ پھر اگر وہ تابع ہوگئے۔ تو اُنہوں نے بھی سیدھی راہ پالی۔ اور اگر وہ مُنہ پھیریں۔ تو تیرے ذمے فقط پہنچا دینا ہے۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

خلاصہ

اس اعلان کا خلاصہ یہ ہے کہ مَیں نے اور میرے تابعداروں (یعنی صحابہ کرامؓ) نے اپنے آپ کو سپرد خدا کر دیا ہے۔ اب ہماری جانوں میں اللہ تعالےٰ ہی کا تصرف ہوگا۔ جو چاہے حکم فرمائے ہماری ہر نقل و حرکت۔ ہر نشست و برخاست۔ اُسی کے حکم کے تابع ہوگی۔ کھلائے گا تو کھائیں گے کھانے سے منع کرے گا۔ تو ہرگز نہیں کھائیں گے پلائیگا تو پئیں گے۔ اگر پینے سے روک دے گا۔ تو ہرگز نہیں پئیں گے۔ (اسی کا نام روزہ ہے) پہننے کی اجازت دے گا۔ تو پہنیں گے۔ اگر پہننے سے روک دے گا تو ہرگز نہیں پہنیں گے۔ مثلاً ریشم۔ پلائے گا تو پئیں گے۔ اگر پینے سے منع کریگا تو ہرگز نہیں پئینگے۔ مثلاً شراب۔ جس مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دیگا تو بیٹھیں گے۔ مثلاً مجلس اشاعت کتاب وسنت اور جس مجلس میں بیٹھنے سے منع کرے گا۔ ہرگز نہیں بیٹھیں گے۔ مثلاً مجلس کفار و منافقین جو اُس وقت پکے اسلام کے دشمن تھے۔

علیٰ ہذا القیاس

جو نقشہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا میں نے سطور بالا میں پیش کیا ہے۔ یہ در اصل اُن کی سیرت مقدسہ سے میں نے اخذ کیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو مسلمان اس پیش کردہ سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھالے گا۔ وُہی کھرا۔ اصلی اور سچا مسلمان ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اسے مسلمان کیا تو کھوٹی چیز بجائے کھری کے لینے پر راضی ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر

سوچو۔ کیا اللہ تعالےٰ نے نقلی اور کھوٹے مسلمانوں کے لئے بہشت تیار کیا ہوا ہے بہشت کے مستحق فقط وہ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ جو اصلی۔ کھرے اور سچے ہوں اور کھرے اور کھوٹے کے پرکھنے کا معیار فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

حضور انورؐ کی سیرت کا دوسرا پہلو

حضورؐ کا مومنین سے تعلق

(لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝) سورہ التوبہ رکوع ۱۶ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے۔ اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے۔ مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

اس آیت پر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

"جس کے حسب ونسب۔ اخلاق و اطوار اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو۔ جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے۔ وُہ آن پر بہت بھاری ہے۔ ہر ممکن طریقہ سے آپ یہ ہی چاہتے ہیں کہ اُمّت پر آسانی ہو۔ اور دُنیوی اور اُخروی عذاب سے محفوظ رہے اسی لئے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمّال کو آپ یہ ہی نصیحت فرماتے تھے۔ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا (آسانی کرو سختی مت کرو)۔ تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ اُن کے دل میں ہے۔ لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں آپ اُن کی کمریں پکڑ پکڑ ادھر سے ہٹاتے ہیں۔ آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں۔ بلکہ بحالت مجبوری

سخت اپریشن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے فاسد و مسموم عضاء کو کاٹ کر اور خراب جراثیم کو تباہ کرکے اُمّت کے مزاجِ عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے۔ جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیرخواہ ہیں۔ تو خاص ایمانداروں کے حال پر ظاہر ہے۔ کس قدر شفیق و مہربان ہونگے۔

عبرت

موجودہ دور کے مسلمانوں کو بڑے غور سے اس آیت کے مفہوم پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ جب ہمیں حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) تو سوچنا چاہیئے کہ کیا ہم بھی واقعی آپؐ کی اُمّت کے خیرخواہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ موجودہ مسلمان قوم میں اکثریت ایسے افراد کی ہے۔ جو مسلمانوں کو ہر ممکن دھوکہ فریب دے کر اور اُن سے بد دیانتی کر کے اُنہیں ہر ممکن دُکھ دینا چاہتے ہیں۔

کیا

پاکستان میں ہندو آکر چوری کرتے ہیں۔ کیا ہندو آکر ڈاکے ڈالتے ہیں کیا ہندو آکر مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کا اغوا کرتے ہیں۔ کیا ہندو آکر یہاں زنا کرجاتے ہیں۔ کیا ہندو دفتروں میں گھس کر مسلمانوں سے رشوت لے کر کھا جاتے ہیں۔ کیا ہندو یہاں آکر رشوت لئے بغیر افسرانِ بالا تک غریبوں اور حاجتمندوں کی درخواستیں نہیں پہنچاتے۔ کیا یہاں آکر بڑے دُکانداروں سے مال لے جاتے ہیں اور پھر وقت پر روپیہ ادا نہیں کرتے۔ اور پھر بچارے بڑے بڑے تاجروں کو مقدمہ لڑلڑ کر بمشکل روپیہ وصول ہوتا ہے۔

اور کیا

یہی مسلمان ہیں۔ جو پاکستان کی عزّت کو اپنی دیانتداری سے سر بلند کرینگے۔ کیا پاکستان کے یہی مسلمان ہیں جو دوسری قوموں سے اپنے بلند اخلاق کے باعث نیک نامی کا تمغہ لینگے۔ میرے دردِ دل کا ترجمان ایک شعر ہے وہ سُنئیے ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

حضورِ انورؐ کی سیرت کا تیسرا پہلو

مدینہ منورہ میں ایک ایسا دینی مدرسہ ہے جس میں فقط آسمانی کتاب کا درس دیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ کی نظیر دُنیا بھر میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ سطحِ دُنیا پر اس وقت ایک ہی آسمانی کتاب موجود تھی۔ جس کا نام قرآن مجید ہے۔ ورنہ دوسری تمام آسمانی کتابیں سطحِ دُنیا سے نیست و نابود ہو چکی تھیں۔ اور اس آسمانی کتاب کے سطحِ دُنیا پر لانے کا باعث بھی فقط رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود ہی تھا۔ اور اس کے سب سے پہلے معلم خود حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ سورہ جمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں آپ کے متعلق (و یعلمہم الکتاب) کا اعلان کیا گیا ہے ترجمہ۔ اور انہیں آپ کتاب (یعنی قرآن مجید) کی تعلیم دیتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ مدینہ منوّرہ کے اس بےنظیر دینی مدرسہ کے مدرس بھی خود حضورِ انورؐ ہی ہیں۔

آپؐ پیغمبر بھی ہیں۔ اور اس بےنظیر مدرسہ اسلامیہ کے مدرس بھی ہیں۔

حضورِ انورؐ کی سیرت کا چوتھا پہلو

آپؐ دُنیا بھر کے انسانوں کے لئے امراضِ باطنی سے شفا دلانے کا فن بھی بدرجہ اتم و اکمل جانتے ہیں۔ جس کا نام تزکیہ نفس ہے۔ انسان کے اندر کئی رُوحانی امراض پائے جاتے ہیں۔ اور عام طور پر انسانوں کو اُن کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ جب تک کہ ہادی خاص طور پر توجہ نہ دلائے۔ اور اگر خدانخواستہ ان امراض میں مبتلا رہتے ہوئے انسان دُنیا سے رُخصت ہُوا۔ تو وہ امراض قبر کو دوزخ کا گڑھا بنائیں گے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت میں ان امراض سے بھی صحابہ کرام رضؓ شفایاب ہو جاتے تھے اس صفت مبارکہ کے لحاظ سے آپؐ کو سورہ جمعہ کے رکوع اوّل پارہ ۲۸ میں (وَیُزَکِّیْھِمْ) اور اُنہیں پاک کرتا ہے۔ کے عہدہ سے یاد فرمایا گیا حضورِ انورؐ کا یہ فرض آج کل صوفیائے عظام ادا کرتے ہیں۔ جو اُن کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائے۔ پھر وقتاً فوقتاً ان امراضِ رُوحانی کی اطلاع بھی دیتے رہتے ہیں اور ان کا علاج بھی بتلاتے رہتے ہیں۔ اور اپنی باطنی توجہ بھی اس شخص کی اصلاح کے لئے مبذول فرماتے رہتے ہیں۔ بفضلہ تعالےٰ اس طرح پر ایک مدت مدید کے بعد طالبِ حق کی واقعی اصلاح ہوجاتی ہے۔ پھر اس بندۂ خدا پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

نہ تھی حال کی جبکہ اپنے خبر۔ نظر آتے تھے سب کے عیب ہُنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جبکہ نظر مجھے عیب کسی کا نظر نہ پڑا

ایک طالبِ مولیٰ کی تمنّا

صدقے مَیں تیرے ساقی مشکل آسان کردے
ہستی میری مٹادے خاک بے جان کردے

اصلی اور سچّا صوفی

وُہ ہے جس میں کتاب وسُنۃ کے اتباع کا رنگ پورے طور پر پایا جائے اگر خدانخواستہ ایک شخص صوفیانہ بھیس میں ہمارے سامنے آئے۔ اور لاکھوں مرید بھی ساتھ لائے۔ جو اس کے ساتھ بیعت کا تعلق رکھتے ہوں۔ اگر وُہ کتابُ سنۃ کا متبع نہیں ہے۔ تو مَیں دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ ایسے صوفی کی طرف عقیدتمندی سے نگاہ اُٹھا کر دیکھنا بھی گناہ ہے۔ اور اُس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اور بے خبری میں ہو جائے تو اُس کو توڑ کر کسی متبع کتاب و سنۃ کے ساتھ تعلق جوڑنا فرضِ عین ہے۔ اگر خدانخواستہ بیعت نہ توڑی اور اسی کے ساتھ جُڑے رہے تو جہاں وہ جائے گا تمہیں بھی وہیں جانا پڑیگا۔ وما علینا الاالبلاغ۔ (باقی آئندہ)

احکام نکاح

از جناب ابو عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً پ۴ - رکوع ۱۲-

ترجمہ- اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکوگے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کر لو۔ جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو، تین تین اور چار چار، پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکوگے تو ایک ہی نکاح کرو۔ اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ نکاح کرنا میری سنت ہے۔ پس جو کوئی میری سنت سے پھرا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ دنیا اور دین کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں بہت فائدے اور بے انتہا مصلحتیں ہیں۔ آدمی گناہ سے بچتا ہے۔ دل ٹھکانے ہو جاتا ہے۔ نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدے کا فائدہ اور ثواب کا ثواب، کیونکہ میاں بیوی کا پاس بیٹھ کر محبت پیار کی باتیں کرنا ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفل نمازوں سے بھی بہتر ہے۔

نکاح فقط دو لفظوں سے بندھ جاتا ہے۔ جیسے کسی نے گواہوں کے روبرو کہا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا۔ اس نے کہا میں نے قبول کیا۔ بس نکاح بندھ گیا اور دونوں میاں بیوی ہو گئے اسی کو شرعی اصطلاح میں ایجاب و قبول کہتے ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے۔ جیسے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا اور کہیں۔ تاکہ نکاح کی خوب شہرت ہو جائے۔ اور چھپ چھپا کے نکاح نہ کرے کم از کم دو گواہ ہوں یا تو دونوں بالغ مسلمان مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں (ماخوذ بہشتی زیور)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک نماز کے واسطے تشہد ہے اور حاجت کے واسطے۔ نماز والا تشہد تو قعدہ کی حالت میں پڑھا جاتا ہے اور حاجت والا یہ ہے۔

اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اور آپ نے مندرجہ ذیل تین آیتیں اس کے بعد تلاوت فرمائیں۔

(۱) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

(۲) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۝

(۳) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝

دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ان تینوں آیتوں کی تفصیل فرمائی۔ تیسری روایت میں ان الحمد کے بعد نحمدہٗ و من شرور انفسنا کے بعد سیئات اعمالنا (الغرض اس کے بعد اپنی حاجت طلب کرے)

ابن مسعودؓ کی ایک روایت میں یہ خطبہ نکاح ہے۔ خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ دولھا یا دلہن سے کلمے پڑھوانا ضروری نہیں ہے یہ ایک رسم ہے۔ آتشبازی، ناچ۔ سہرا باندھنا مہندی لگانا۔ راگ گانا اور باجے بجانا وغیرہ یہ سب ناجائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے بنا دیئے۔ تاکہ چین سے رہو اور تمہارے درمیان پیار اور محبت رکھی پ۲۱ - ع ۶-

پیدائشی طور پر مرد و عورت کے درمیان خاص قسم کی محبت اور پیار رکھ دیا۔ تاکہ مقصود ازدواج حاصل ہو۔ چنانچہ دونوں کے میل جول سے نسل انسانی دنیا میں پھیل گئی۔ عورتیں مردوں کا لباس ہیں۔ اور مرد پوشاک ہیں عورتوں کی یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں۔ اسی طرح مرد و عورت آپس میں ملتے ہیں

شرائط نکاح

جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی۔ اُن کے سوا سب حلال ہیں۔ لیکن چار شرطیں ہیں (۱) یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں طرف سے ہو جائے (۲) یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو (۳) یہ کہ اُن عورتوں کو قید میں لانا اور اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو۔ صرف مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ کے لئے وہ اس کی زوجہ ہو جائے۔ چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوٹے۔ مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو۔ اس سے متعہ کا حرام ہونا معلوم ہو گیا۔ جس پر اہل حق کا اجماع ہے۔ (۴) مخفی طور پر دوستی نہ ہو۔ یعنی کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں۔ اگر دو گواہوں کے بغیر ایجاب و قبول ہوگا تو وہ نکاح درست نہ ہوگا۔ زنا سمجھا جائے گا

تعدد ازدواج

مسلمان آزاد کے لیے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک اور غلام کے لئے دو تک کی اجازت ہے۔ احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے اور آئمہ دین کا بھی اسی پر اجماع ہے اور تمام امت کے لئے یہی حکم ہے۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ کا امتیاز ہے کہ اس سے زائد کی اجازت ہے۔ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے مطابق معاملہ نہ کر سکوگے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو۔

مہر کا بیان

جن عورتوں کے ساتھ نکاح کرو۔ اُن کے مہر خوشدلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کرو۔ ان کا کوئی حامی اور تم سے تقاضا کر کے وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو اگر عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کوئی مقدار زوج کو معاف کر دے یا لے کر پھر زوج کو ہبہ کر دے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ زوج اس کو خوشی سے کھا لے۔

حضرت ابو سلمہؓ کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ

سے دریافت کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کا کتنا مہر ہوا کرتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا دس اوقیہ اور ایک نش کا ہوا کرتا تھا۔ نش نصف اوقیہ ہوتا ہے۔ مجموعہ پانسو درہم ہوئے۔ (۱۲۵) روپیہ زیادہ سے زیادہ بارہ ۱۲ اوقیہ آپ نے مہر باندھا۔ مندرجہ ذیل عورتوں سے نکاح حرام ہے اول ان کو بیان کیا جاتا ہے جو علاقہ نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ سات ہیں۔ ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی ان میں سے کسی کے ساتھ کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ ماں کے حکم میں دادی، نانی اوپر تک کی سب داخل ہیں۔ ایسے ہی بیٹی میں پوتی اور نواسی نیچے تک کی سب داخل ہیں۔ اور بہن میں عینی علاتی اور اخیافی سب داخل ہیں اور پھوپھی میں باپ، دادا اور اوپر کی پشتوں کی بہن سگی ہو یا سوتیلی سب آ گئیں اور خالہ میں ماں نانی اور نانی کی نانی سب کی بہن تینوں قسم کی داخل ہیں۔ اور بھتیجی میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور اولاد والاولاد سب داخل ہیں اور بھانجی میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد اور اولاد الاولاد

محرمات نسبی کے بعد محرمات رضاعی کو بیان کیا جاتا ہے۔ اور وہ دو ہیں ماں اور بہن اور اس میں اشارہ ہے کہ ساتوں رشتے جو نسب میں بیان ہوئے۔ رضاعت میں بھی حرام ہیں یعنی رضاعی بیٹی اور پھوپھی۔ اور خالہ و بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں یہ حکم موجود ہے

اب محرمات مصاہرہ کا ذکر ہے۔ یعنی علاقہ نکاح کی وجہ سے جن سے نکاح حرام ہوتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح ناجائز ہے اور وہ زوجہ کی ماں اور اس زوجہ کی بیٹی ہے جس زوجہ سے کہ تم نے صحبت کی ہو۔ لیکن اگر صحبت سے پہلے کسی عورت کو طلاق دیدو تو اس کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں ہیں اور اس میں نیچے تک پوتوں اور نواسوں کی عورتیں داخل ہیں کہ ان سے کبھی تمہارا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح کی ممانعت نہ ہو۔ بلکہ جب تک کوئی عورت تمہارے نکاح میں رہے اس وقت تک اس عورت کی ان قرابت والی عورتوں سے نکاح کی ممانعت رہتی۔ جب اس عورت کو طلاق دے دی یا وہ مر گئی تو ان سے نکاح درست ہو جائے گا۔ اور وہ زوجہ کی بہن ہے کہ زوجہ کی موجودگی میں تو اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور بعد میں درست ہے اور یہی حکم ہے زوجہ کی پھوپھی۔ خالہ۔ بھتیجی اور بھانجی کا

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

احادیث

(۱) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جوانو! اگر تم میں مصارف برداشت کرنے کی طاقت ہو تو نکاح کرو۔ کیونکہ یہ آنکھوں کو نیچا کرنے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جس شخص میں اسکی قوت نہ ہو۔ تو اس کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ روزہ رکھنا اس کے خصی کرنے کی مانند ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورت سے چار امور کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ (۱) مال کی وجہ سے (۲) حسب و نسب کی وجہ سے (۳) خوبصورتی کی وجہ سے (۴) دینداری کی وجہ سے لیکن جہاں تک ممکن ہو تو دیندار عورت کو تلاش کرکے سعادت حاصل کر۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی ہر چیز فانی ہے لیکن اُسکے تمام مالوں سے بہتر مال نیک عورت ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خداتعالیٰ کو تین شخصوں کی مدد کرنا مناسب ہے اس غلام مکاتب کی جو ادائے رقم کا ارادہ رکھتا ہو اور اس نکاح کرنے والے کی جس کا مقصود عفت اور عصمت ہو اور مجاہد فی سبیل اللہ کی۔

(۵) یہی حضرتؓ کہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس ایسے شخص کا پیام نکاح آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو اس سے نکاح کر دو۔ ورنہ زمین میں نہایت فتنہ و فساد برپا ہوگا۔

(۶) حضرت معقل ابن یسارؓ کہتے ہیں۔ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شوہر سے محبت رکھنے والی اور اولاد زیادہ جننے والی عورت سے نکاح کرو۔ کیونکہ تمہاری کثرت سے میں دیگر اُمتوں پر فخر کروں گا۔

(۷) حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں حضورؐ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خوف خدا کے بعد انسان کے واسطے اس نیک عورت سے زیادہ کوئی چیز بہتر نہیں جو اس کے حکم کی تعمیل کرے۔ اور اس کو دیکھ کر مسرور ہو۔ اور اگر اس کے کسی فعل پر مرد قسم کھائے تو اس فعل کو کر دکھائے اور اگر مرد غائب ہو جائے۔ تو مرد کی خیر خواہی اُس کی عزت آبرو اور مال کی حفاظت رکھے۔

(۸) حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب آدمی عقد کر لیتا ہے تو نصف دین کا استکمال کر لیتا ہے۔ لیکن اس کو باقی نصف میں اتقاء اختیار کرنا چاہیئے۔

(۹) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نکاح زیادہ سہل ہو۔ وہ باعتبار برکت کے زیادہ عظیم المرتبہ ہے (یعنی جس نکاح سے ایسی عورت حاصل ہو جائے کہ تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنیوالی ہے اور مشقت و تکلیف میں اپنے شوہر کو نہ ڈالے وہ اور تمام نکاحوں سے مرتبہ میں عظیم ہے۔

(۱۰) حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص منگنی کرے تو منگنی والی کو اگر ممکن ہو تو دیکھ لے

(۱۱) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس عورت کی ایک مرتبہ شادی ہو چکی ہو۔ دوبارہ اُس کے صریح حکم بغیر اس کا نکاح نہ کرو اور کنواری سے بھی اجازت طلب کرو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (کنواری سے کس طرح) اجازت طلب کی جائے۔ فرمایا اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔

(۱۲) حضرت عمر ابن الخطابؓ کہتے ہیں اور انس ابن مالک رضؓ کا بھی بیان ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تورات میں لکھا ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے تو اس کی شادی فوراً کر دینا چاہیئے۔ ورنہ اُس کی گردن پر اس کا گناہ رہے گا۔

(۱۳) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نکاح کی شہرت کیا کرو اور اس کا انعقاد مساجد میں ہونا چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(ماخوذ از مشکوٰۃ کتاب النکاح)

ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب محمد ممتاز صاحب لودیانوی خان پور)

فخر عالم و عالمیان، افضلِ موجودات، زبدۂ کائنات، تاجِ دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مقدسہ نے انسانی زندگی کی انتہا کو ابتدا میں بدل دیا۔ دُنیا پر فضل کی بارش اس قدر زیادہ ہوئی کہ ضلالت و گمراہی میں بھٹکنے والی دُنیا نے وادی بطحا میں گھنگھور گھٹاؤں کے دامن کو تار تار کرنے والے اُجالے اور روشنی سے پاکیزگی اور برتری کی انتہائی بلندیوں پر پہنچنے کا واحد طریقہ تعلیم پایا۔ روحانیت کی معراج خود شناسی یا خود نمائی نہ رہی۔ بلکہ خود فراموشی کی زندگی تسلیم کی جانے لگی۔ انسانیت کی جو غلیظ ترین پستیوں میں ڈوبی ہوئی ذلّت و نامرادی کے بوجھ تلے رینگ رہی تھی ازسرِنو تعمیر ہوئی۔

اِس ارضِ عالم میں لاکھوں سال سے خداوندِ قدوس دُنیا کو صرف ایک شہنشاہیت اور ایک نظامِ ربّانی کے قبول کرنے کی تربیت دے رہا تھا۔ شرعی تہذیب نے وقتاً فوقتاً یہ احکام عالمِ فانی کے مکینوں کے سامنے پیش کئے۔ کہ انسان بندگی، رکوع و سجود اور تمنّا و جستجو فقط خدائے واحد کے سامنے پیش کرے۔ نیز دوسرے انسانوں کے ساتھ انصاف و اخلاق سے پیش آئے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اسے اُس کا خمیازہ دُنیا و آخرت ہر جگہ بھگتنا پڑے گا۔ لیکن نادان انسان نہ تو خدائے واحد کی بندگی کا سلسلہ جاری رکھ سکا اور نہ ہی اپنے ہمجلیسوں کے ساتھ انصاف و اخلاق برت سکا۔ اسی طرح وہ اپنی عاقبت کے لئے بے اندازہ و بے شمار عذاب کماتا رہا۔ خدا کا آئین ایک مرکز تھا۔ لیکن انسان پر وہ قوتیں حاوی رہیں جو اسے مرکز سے دُور لے جانے کی متمنی ہیں۔ اگر کبھی کبھی انسانیت میں ایسی قوت کی بھی تخلیق ہوئی جو اسے مرکز کے قریب لے آئے۔ تو وہ اپنی مقابل قوتوں کے مقابلہ میں یا تو بے بس ہو کر رہ گئی یا اگر اسے کوئی کامیابی حاصل ہوئی۔ تو دیر پا ثابت نہ ہوئی۔ اسی لئے قدرتِ کاملہ نے انسانیت کو قعرِ ذلّت سے بچانے کے لئے انبیاء کرام و مرسلین عظامؑ کو اصولِ نجات دے کر انسان کی طرف بھیجا۔ لیکن جب بہت سے انبیاء کے پیغام دُنیا کو قعرِ ذلّت سے نہ نکال سکے۔ اور واشگاف صورت میں حقیقت سامنے نہ آئی۔ تو انسانیت کو ایک ایسے پیغمبر اور ناجی کا انتظام ہوا۔ کہ جس کی بعثت نے حقیقت کو اس وضاحت اور تکمیل کے ساتھ پیش کیا کہ دُنیا اس کو قبول کر کے پھر نہ بھول سکے۔

آخر موجودات نے ایک پھریری لی۔ اور انسان کا دل و دماغ بعثتِ رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشخبری سے مخلصی کی امیدوں کا آماجگاہ بن گیا۔ انسان کی ظاہر بین نگاہیں کثرت کی نیرنگیوں میں اُلجھ کر موحد سے مشرک بن چکی تھیں۔ شطرنجِ گیتی پر بڑے بڑے مہرے حرکت کر رہے تھے۔ دُنیوی لحاظ سے سطوت و جبروت کے عظیم ترین ستون عالمِ انسانیت کو مرعوب کئے ہوئے تھے۔ اور قابیلی گروہ کی بساطِ سیاست جگمگا رہی تھی۔ انسانی دماغ خدائے واحد کی تلاش میں وہمی خداؤں کی کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ گیا تھا۔

انسان نے اپنے گرد و نواح میں پھیلی ہوئی کائنات کی ہر شے کو اپنا خُدا اور دیوتا بنایا ہُوا تھا۔ کوئی آفتاب کو پوجتا تھا تو کوئی مہتاب کو۔ کسی کا معبود دریا تھے تو کسی کے پہاڑ۔ کوئی آگ سے اپنی مُرادیں مانگتا تھا تو کوئی پانی سے۔

مغرب میں انسان اپنی خود ساختہ انانیت و عظمت کے نشے میں خدائے لم یزال کو بھول چکا تھا۔ تو مشرق میں تہذیب نے پوجا منتر لڑائی۔ لین دین اور بھرشٹ کاموں کی چاٹ قوموں کا افتراق پیدا کر کے اندھیرے جگ کو اور بھی اندھیرا کر رکھا تھا۔ حالانکہ سُورج، چاند اور آگ جیسے مبدائے فیض انسان کو شرعی تہذیب سمجھنے کی دعوت دے رہے تھے۔ لیکن مورکھ دماغ کو ایسے اُجالے کی ضرورت تھی۔ جو اسے تمام کائنات کے پردے اُٹھا کر بتا سکتا کہ یہ کیا ہے؟ کیونکہ آتما اندھیرے میں بھٹک رہی تھی۔

انسان خدائے لم یزال کی لافانی عظمتوں کا مذاق اُڑا رہا تھا۔ مغرب میں آتش و باد کی پرستش کی جا رہی تھی۔ تو مشرق یگ کی تہذیب کا متوالا آواگون کے وہمی اور خیالی چکر سے بچنے کی کوشش میں نروان کے پرخچے اُڑا رہا تھا ؎

فلک کی مانگ میں موتی نہ تھے ستاروں کے
جبینِ باغ پر افشاں نہ تھی بہاروں کی
زمیں کے گوش میں آویزۂ جمال نہ تھا
کُٹی لُٹی سی جوانی تھی چاند تاروں کی

ظفر محزوں

ذہنی پیچیدگی اور لاتعداد مصائب سے گھبرایا ہُوا انسان اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔ لیکن جبکہ ہر سو ظلمت و کفر کا دور دورہ تھا۔ انسان کا ہر کام کے لئے ایک الگ دیوتا مانا ہُوا تھا۔ اور جب ؎

کہیں رواج، کہیں وہم اور کہیں تقلید
روش روش پہ تھا گویا بھالتوں کا ہجوم

کسی مردِ خدا کا اس دورِ پُر فتن میں اتنی عظیم اور بر خود غلط عظمتوں سے ٹکر لینا ناممکن تھا۔ اس لئے روحانیت کی تلاش میں چلا ہُوا مسافر گھُوم پھر کر وہیں آ رہتا جہاں سے چلا تھا۔ اس لئے اب ایک ایسے انقلاب کی ضرورت تھی جو انسان کو، رُوح کو دماغ کو اندھیرے بدن کی گناہ آلود کمزوری اور زندگی کے غرور سے نجات دلاتا انسان جانتا تھا۔ کہ اسے مرکز کی طرف لوٹنے کے لئے ایک عظیم قربانی دینی ہوگی اور اسے الٰہی معیار تک پہنچنے کے لئے اپنے آپ کو یکسر بدلنا ہوگا۔ جس کا تصوّر تک بھی موجود نہ تھا۔

عین اس وقت جبکہ انسانی دُنیا گناہ کی گرفت اور دیوتاؤں، ستاروں، فرشتوں، پیغمبروں اور شہیدوں کی طوائف الملوکیوں میں پھنسی جہنم کے ساحل کے سرے پر پہنچ چکی تھی۔ ان عظیم اور برخود غلط قوتوں سے ٹکر لینے کے لئے ۱۲ ربیع الاوّل کو وادیٔ بطحا میں وہ نور طلوع ہُوا۔ کہ جس پر ریگستانِ عرب کی بے آب و گیاہ سرزمین عرشِ معلّٰی کی بلندیوں پر بجا طور فخر کر سکتی ہے۔ کہ جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امّی و ابی) تھا۔ کہ جس کے لمحۂ میلاد نے زمین کی رگ و پے میں پھریری سی دوڑا دی جس نے پستیوں میں ٹھوکریں کھانے والی انسانیت کو سدرۃ المنتہیٰ جیسی رفعتوں پر نظر دوڑانے کی ہمّت دی اور اس موحد اعظمؐ نے اپنی حقیقت شناس نگاہوں سے کثرتوں کے پیچھے وحدت کا جلوہ دیکھا۔ منتظر کون و مکان

کو پیغام دیا۔ کہ "اپنا سر کنکروں کے ایک اور تنہا خالق کے آگے جھکاؤ۔"

اُس نے یہ پیغام اس وضاحت اور شیریں مقالی سے دیا کہ ساری دُنیا گونج اُٹھی۔ آسمان پر ستارے مُسکرا اُٹھے۔ ساری کائنات قہقہے لگانے لگی۔ موجودات میں مسرت و انبساط کی لہریں اُٹھنے لگیں اور انسان کو حیاتِ نو کی نوید ملی رُوح کی پژ مُردگی حیات افروز تبسّم میں ڈھلنے لگی۔

اِس نورِ ہدایت نے انسان کو تقدیسِ ذہنی کا وہ راستہ بتایا۔ جو آج بھی فلاح و صلاح بنی آدم کا واحد راستہ ہے۔ اور اپنے آپ کو انسانیت کی تکمیل کا پُورا پُورا نمونہ بنا کر انسان کو عدل و انصاف، اخوت و محبت اور اتقاء و پاکیزگی کا کامیاب راستہ بتا کر صراطِ مستقیم اور راہِ قیم دکھائی۔ انسانیت کے اس محسنِ اعظم نے امتیازِ رنگ و بو مٹا کر انسانی جمعیتوں کا رشتہ خُدا سے جوڑ دیا۔ اور اپنے ارشاد

"انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"

کے ایک انقلاب انگیز اصول سے ثقافتِ انسانی کے لئے ایک مثالی سماج کی صحیح معنوں میں تشکیل و تعمیر کا راستہ قائم کر دیا۔ اور خدا کے تقرب کے حصول کے لئے وہ شمع ہدایت روشن کی کہ کفر و ظلمت، الحاد و شرک کے ہزاروں طوفان اسے آج تک نہ بجھا سکے۔ اور وہ صبح جو ایک طویل ترین رات کے بعد طلوع ہوئی تھی۔ دھوئیں کے ہزاروں بادلوں کی یلغار کے باوجود آج تک نہ چھپ سکی۔

آپ کے اس پیغام کو کہ

"صلح و جنگ، دولت و افلاس،
رحمت و زحمت، کامیابی و ناکامی،
غرض دُنیا کی ہر شے کا تعلق
صرف اسی ایک ذات سے ہے
جو وحدہٗ لا شریک ہے۔ لہٰذا تم
اپنے مسائل میں، کاموں میں،
فقط اسی سے مدد طلب کرو۔"

دبانے کے لئے قابیلی گروہوں نے انتہائی کوششیں کیں لیکن ؎

وہ انسانِ کامل، وہ معراجِ انسان
وہ تنویرِ خالق، وہ تقدیرِ یزداں

جس استقلال اور پامردی کے ساتھ ان کے سامنے ڈٹ گیا۔ اور تمام مصائب و آلام کا مقابلہ خندہ پیشانی سے کیا اس نے ان کی تمام کوششیں رائیگاں بنا دیں۔ اور آخر دُنیا کے غریب و مظلوم عوام کی تاریک رات کی سحر بڑی مشکلوں سے نمودار ہوئی رحمۃ للعالمین کی زندگی و اصول نے انسانیت کے سامنے ایک ایسا نظامِ معیشت پیش کیا کہ جس سے دولت کو ایک گھر میں جمع ہو کر غریبوں کے ڈسنے کے لئے ایک اژدہا بن جائے۔ بلکہ مساوی طور پر تقسیم ہوتی رہے۔ اور آپ کے اس نظام نے بیک قلم معاشی لوٹ کھسوٹ اور حرام خوری کا خاتمہ کر دیا۔ رحمۃ للعالمینؐ نے پاپائیت کی طرح اسلام میں پیشہ ور مذہبیت و امامت، حکمرانی و جاگیرداری، سود خواری اور حرام خوری کے منبع کو بند کر دیا۔ اور ایک طرف انسان پر اگر ضرورت مندوں اور قرابت داروں کے حقوق قائم کئے گئے تو دوسری طرف لیڈر وہ تسلیم کیا گیا۔ جس کا اخلاق اعلیٰ ہو۔ جو دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھے اور ضرورتمندوں کی خدمت کو اپنا شعار بنائے۔ مختصر الفاظ میں آپؐ کے معاشرتی نظام کا لب لباب یہ ہے

"خوب محنت کرو۔ نعمتیں اور
دولتیں پیدا کرنے میں کوتاہی
نہ کرو۔ خود کھاؤ اور دوسروں
کو کھلاؤ، نہ اسراف کرو اور
نہ بخل، گداگری سے پرہیز
کرو۔ مفلسی سے بچو اور دوسروں
کو بچاؤ۔ بچی ہوئی دولت کو مختلف
ذریعوں سے قوم میں پھیلا دو۔"

رحمۃ للعالمینؐ کی زندگی دنیا کے ہر شعبے پر حاوی تھی۔ اُنہوں نے یہاں انسان کو صراطِ مستقیم اور راہِ قیم دکھائی۔ وہاں اقتصادی مشکلات پر قابو حاصل کرنے کا حل بھی دیا۔ اور بہترین سیاست و ثقافت کی نشاندہی فرمائی۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمگیر اسلام کے لئے ارشاد فرمایا کہ "حقدار کو اس کا حق دو۔ اور جو شخص اپنے خدا کی قرابت کا طلبگار ہو وہ بنی نوعِ انسان کے حقوق و مطالب ادا کرنے کے بعد اس چیز کی خواہش کرے۔"

اور بتایا کہ

"مظلوم و مجبور شہری مؤثر طریقہ سے اپنے حقوق کے لئے جدو جہد کرے اور جب کوئی شخص معاش حاصل کرنے میں ناکام رہے تو اہلِ اقتدار سے معاشی حل مانگا جائے۔ کیونکہ اسلامی شریعت میں حکومت شہریوں کی بنیادی ضروریات کی ذمہ دار ہوتی ہے۔"

اسی طرح آپؐ نے ثقافتی فنون کو اہلِ اسلام کے لئے ضروری قرار دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ

"جو لوگ حلال کی روزی کماتے ہیں وہ خدا کے محبوب ہیں۔"

آپؐ نے زندگی کا کوئی شعبہ نظر انداز نہیں کیا۔ جس کی مصائب و مشکلات کا حل نہ بتایا ہو۔ آپؐ نے دُنیاوی مشکلات ختم کرنے کے لئے کالے گورے کو ایک کر دیا۔ اور رنگ و نسل کے امتیازات کو ختم کر کے آئندہ کے لئے حرام قرار دیا۔ لیکن آہ بدقسمت مسلمان! جو غربت و امارت کے بھیانک امتیازات اور مفاد پرستی، تنگ نظری، قبائلی اور گروہی سیاست میں پھنس کر رہ گیا۔ اور یہ بھول گیا کہ وہ کس کا پیغام اور کتنا عظیم پیغام پہنچانے کے لئے اُٹھا تھا۔

آج ضرورت ہے کہ ہمارے دل و دماغ میں پھر سرورِ دو جہان کی روشن تعلیمات زندہ و پائندہ ہو جائیں۔ اور ایک بار پھر یہ اُمتِ مسلمہ اپنے اس فرض کو سنبھال لے۔ جو فکر و نظر کی قیادت کے لئے اس عظیم ترین مفکرؐ نے اس کے سپرد کیا تھا۔ اور ایک دفعہ پھر اپنے آپ کو سچائی و حقانیت کی ابدی اقدار کو اپنے ذاتی و اجتماعی کردار کی بنیاد قرار دے کر بنی آدم کی سب سے بزرگ ترین اور اکمل ترین ہستی سے اپنے انتساب کو حق بجانب ثابت کرے۔ ورنہ ہادیٔ اسلام کی بارگاہ میں اس سے بڑی گستاخی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ ہم محض مادی کامرانیوں اور سربلندیوں کے لئے سماجی شیطنیت کی قبائلی اور گروہی سیاست میں اُلجھ کر رہ جائیں۔ آئیے! آج اپنے دلوں کو ٹٹولیں۔ اپنے قلوب و ضمائر کی تلاشی لیں۔ اپنے دل و دماغ کو ایمان و ایقان کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اور اپنے فرض کو بجا لانے کا عہد کریں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

رحمتِ حق بہانہ مے جوید

(از جناب مولانا شمس الرحمٰن صاحب مردانی ؔفاضل دیوبند خطیب مسجد رحمانی پیپلز کالونی لائلپور)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی صفتوں میں سے رحیم، قہار اور جبّار بھی اس کی صفات ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ - میرے بندوں کو بتادیں۔ کہ مَیں غفور الرحیم ہوں اور یہ کہ میرا عذاب درد ناک ہے۔ لیکن خداوند قدوس کی رحمت اُس کے قہر و غضب پر غالب ہے۔ شاید اسی وجہ سے آیت بالا میں رحمت کو مقدم کیا گیا ہے۔ مگر غلبۂ رحمت کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ صفت جبّاریت اور قہاریت کو بالکل بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اُس کے تصوّر کو بھی صفحۂ ذہن سے مٹا دیا جائے۔ بلکہ رحمت اور قہر دونوں کو ہر قدم اور زندگی کے ہر شعبے اور ہر موڑ پر یکساں طور پر ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور فکر و نظر کی کتاب میں دونوں کا عمیق نظروں سے مطالعہ کرنا اپنا فرض سمجھنا چاہیئے یہاں تک کہ غور و تدبر کی گہرائیوں میں دونوں کا اپنا اپنا مقام واضح ہو جائے۔ اور اسی کو ایک چھوٹی سی حدیث میں اختصار سے ادا کیا گیا ہے۔ (اَلْمُؤْمِنُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ) مومن خوف اور اُمید دونوں کے درمیان ہوتا ہے۔

یعنی ایک ایماندار آدمی کو خداوند تعالیٰ کے عذاب اور قہر سے گھبراہٹ اور ڈر بھی ہوتا ہے اور اُس کی رحمت کی امید بھی ہوتی ہے۔ مومن کی یہ شان نہیں کہ صرف اللہ تعالےٰ کی رحمت پر اس قدر بھروسہ کرے۔ کہ نیک اعمال کو خیر باد کہکر ایک عظیم جرم کا ارتکاب کرے۔

مَیں تو اپنے محدود مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کی بارش اُس وقت برستی ہے۔ جب انسان اپنے کھیت کو خوف اور ڈر کے پانی سے سینچتا ہے۔ اور یہی خوف اللہ تعالےٰ کی رحمت کی تمہید بن کر اُسے ڈھانپ لیتا ہے (رَأْسُ الْحِکْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ) دانائی کی جڑ اللہ سے ڈرنا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ایک شخص نے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی۔ جب اُس کی موت کا وقت آیا تو اپنے بیٹوں کو وصیّت کی۔ کہ جب مَیں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر راکھ کر دینا۔ پھر تم میری اس راکھ میں سے آدھی تو کہیں خشکی میں بکھیر دینا۔ اور آدھی کہیں دریا میں بہا دینا۔ اللہ کی قسم اگر خدا نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے ایسا سخت عذاب دیگا۔ جو دنیا جہان میں کسی کو بھی نہ دیگا۔ اس کے بعد جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ پھر اللہ تعالےٰ کے حکم سے خشکی اور تری سے اس کے اجزاء جمع ہوئے۔ اور اس سے پُوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اُس نے عرض کیا۔ اے میرے مالک تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ڈر ہی سے مَیں نے ایسا کیا تھا۔ (آپؐ نے فرمایا) اللہ تعالےٰ نے اُس کی بخشش کا فیصلہ فرمایا۔ . . . .

. . . .

تو اللہ کی یہ بے پایاں رحمت اُس کے خوف کا نتیجہ تھی۔ معلوم ہُوا کہ یہ دونوں مردِ مومن کے ذہنی مرکبات کے اجزائے لاینفک ہیں۔ مَیں نے اپنے ایک اُستادِ محترم سے رحمت باری تعالےٰ کے متعلق ایک کہانی سُنی۔ اگرچہ مجھے اس کی سند اور بُنیاد معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے اخذ کی گئی ہے مگر پھر بھی مقام کی مناسبت سے اُس کا ذکر کرنا غیر مناسب نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ درس میں وہ فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص تھا۔ اُس کا جریدۂ اعمال نیکی کے ایک حرف کا بھی حامل نہیں تھا۔ فسق و فجور اُس کا شیوہ تھا۔ ایک دن ایک راستہ سے اُس کا گزر ہُوا۔ اچانک اُس کی نگاہ ایک ایسے کاغذ پر پڑی جس پر لفظ اللہ لکھا ہُوا تھا۔ اُس نے کاغذ کو بڑی تعظیم سے اُٹھا کر چُوما اور گھر لے جا کر الماری میں محفوظ رکھا۔ اور اپنے دل میں اُس آدمی پر (جس نے اس نام کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا تھا) لعن طعن کر رہا تھا۔ صرف اسی نیک حرکت سے اللہ کی رحمت کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اور اُس کے فضل و کرم کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اُس آدمی کو اپنا مقرب بندہ بنا دیا۔ اور وہ اپنی عمر کے آخری مرحلہ پر دُنیا اور آخرت کی خوبیوں سے سرفراز ہُوا۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے۔ رحمتِ حق بہانہ مے جوید۔ اس کے برعکس ہمارا یہ حال ہے کہ روزانہ بیت الخلاء میں صفائی کے لئے جب پانی نہ ملے۔ اور یا کاہلی مجبور کر رہی ہو اس قسم کے کاغذوں کو استعمال کرتے ہیں۔ مَیں مبالغہ آرائی نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے ہاتھوں سے کئی دفعہ شہری بیت الخلاؤں سے مَیں نے ایسے کاغذ اُٹھائے ہیں۔ جن پر اللہ اور محمدؐ کے نام لکھے ہوتے تھے اور مَیں نے گندگی اُن سے دُور کی ہے۔ میرے خیال میں تو یہ اللہ تعالےٰ کے عذاب اور قہر کو دعوت دینا ہے۔ اور مَیں تو سمجھتا ہوں کہ ایک غیر مسلم (کافر) کو بھی بھگوان سے ایسی حرکت پر جُرأت نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو وہ دن دُور نہیں جب کہ ہمیں ایسی حرکتوں پر نادم ہونا پڑے گا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس دُنیا میں ایسے بے ادب مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر کسی اور قوم کا انتخاب کرے۔ اللہ کرے کہ ایسی کرتوتوں سے ہم باز رہیں ورنہ ہماری عاقبت تباہ اور برباد ہو جائیگی۔ اور ہمارا انجام اچھا نہ ہوگا۔

اللہ والے تو انجام کو ہی مدنظر رکھ کر زار و قطار روتے ہیں۔ اور بارہا ایسا ہُوا کہ ایک نیک آدمی آخر وقت میں بدکار بنا۔ اور ایک فاسق فاجر آدمی نیکوکار بنا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے صادق اور مصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کا مادۂ تخلیق اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک نطفہ کی شکل میں جمع رہتا ہے۔ پھر اس کے بعد اتنی ہی مدت منجمد خون کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ چار باتیں دے کر ایک فرشتہ بھیج دیتا ہے۔ یہ فرشتہ اُس کی عمر اور وقت موت اور اُس کا رزق لکھتا ہے اور یہ کہ بدبخت ہے یا نیک بخت پھر

اس میں رُوح ڈالی جاتی ہے۔ پس قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں۔ کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی جنّتیوں کے سے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنّت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر نوشتہ تقدیر آگے آجاتا ہے۔ اور وہ دوزخیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور انجام کار دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور نوشتۂ تقدیر آگے آ جاتا ہے اور وہ جنّتیوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے۔ اور جنّت میں پہنچ جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

ضروری گزارش

۱۔ مضمون نگار حضرات اپنے مضامین کاغذ کی ایک طرف اور خوشخط لکھا کریں۔ بعض اہم مضامین محض خوشخط نہ ہونے کیوجہ سے شریک اشاعت نہیں ہو سکتے۔

۲۔ ایجنٹ حضرات اپنے بلوں کی ادائیگی جلد از جلد کر دیا کریں۔ ادائیگی میں تاخیر فریقین کے لئے ہرگز ہرگز مفید نہیں ہو سکتی۔

۳۔ جواب طلب امور کے لئے واپسی کارڈ یا لفافہ ضرور ارسال فرمائیں

۴۔ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع ایک ہفتہ کے اندر آنی ضروری ہے۔ دیر سے اطلاع آنے پر پرچہ روانہ نہ ہوگا۔

۵۔ آپ کی چٹ پتہ پر سُرخ نشان × کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہے لہذا اس کار خیر کو باقاعدہ جاری رکھنے کے لئے مزید چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں یا ہمیں بذریعہ وی پی بھیجنے کی اجازت مرحمت فرماویں

۶۔ خدام الدین کی توسیع اشاعت کے مدنظر صرف ایک کارڈ آنے پر نمونہ کا پرچہ مفت بھیجا جاتا ہے۔

۷۔ ہر شہر و قصبہ میں معقول کمیشن پر محنتی دیانتدار اور مخلص ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔

"منیجر" ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پانی آگ اور نمک مانگنے والے کو انکار نہ کرنا چاہیئے

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن لاہور)

یہ تینوں چیزیں ہیں تو بہت معمولی سی مگر ان سے ایسے ایسے کام نکلتے ہیں جو انسان کی زندگی کے لئے بہت ضروری ہیں۔ مثلاً کھانا پکانا ہے۔ اس کے لئے ان تینوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے پانی نہ ہو تو آٹا کیسے گوندھے۔ آگ نہ ہو تو روٹی۔ سالن کیسے پکے۔ اور اگر نمک نہ ہو تو دال سالن پھیکا رہے کھایا نہ جائے۔ اگر سالن نہ بھی ہو تو آٹے ہی میں نمک ڈال کر روٹی سے پیٹ بھرا جا سکتا ہے۔ اس لئے انسانی ضروریات کے لئے یہ تینوں چیزیں بہت ضروری ہیں۔ اگر آپ کے ہاں کوئی اپنا یا پرایا پڑوسی یا محلہ والا ان چیزوں میں سے کوئی چیز مانگنے آجائے تو انکار نہ کیا کرو۔ ضرور بالضرور دے دیا کرو۔ اس سے ایک طرف تو سائل کی بڑی بھاری ضرورت رفع ہو جائے گی۔ اور تمہیں بےحد ثواب اللہ تعالےٰ کی جناب سے عنایت کیا جائے گا۔

حضرت بہیسۃ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ میرے والد صاحب نے حضورؐ سے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جس کا (کسی مانگنے والے کو دینے سے) روکنا جائز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا پانی میرے والد صاحب نے پھر یہی سوال کیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ نمک۔ میرے والد صاحب نے پھر یہی سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ جو بھلائی تو (کسی کے ساتھ) کر سکے وہ تیرے لئے بہتر ہے۔ پانی اور نمک جیسی معمولی چیزیں مانگنے والے کو ہرگز انکار نہ کرنا چاہیئے۔ جس میں دینے والے کو زیادہ نقصان نہیں اور مانگنے والے کی بڑی احتیاج پوری ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ دینے والے کی اپنی حاجت اسی درجہ کی نہ ہو۔ لیکن عام طور پر چونکہ گھروں میں یہ چیزیں اکثر موجود ہوتی ہیں۔ اور اپنی کوئی وقتی ضرورت ان سے وابستہ نہیں ہوتی۔ اگر کسی شخص کی ہانڈی پھیکی ہے تو ذرا سے نمک میں اس کا سارا کھانا درست ہو جاتا ہے۔ اور تمہارا کوئی ایسا نقصان نہیں ہوتا۔ ایسے ہی پانی کا حال ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں کا روکنا جائز نہیں۔ پانی۔ آگ اور نمک۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو تو ہم سمجھ گئے۔ (کہ واقعی بہت مجبوری کی چیز ہے) لیکن نمک اور آگ میں کیا بات ہے۔ حضورؐ نے نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی کو آگ دیتا ہے تو گویا اس نے وہ ساری چیز صدقہ کی جو آگ پر پکی اور جس نے نمک دیا اس نے گویا وہ ساری چیز صدقہ کی جو نمک کی وجہ سے لذیذ ہوگئی۔ گویا ان دونوں میں معمولی خرچ سے دوسرے کا بہت زیادہ نفع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں مثال کے طور پر دو چیزوں کا ذکر فرمایا۔ اور پھر ایک ضابطہ ارشاد فرمایا کہ جو بھلائی کسی کے ساتھ کر سکتے ہو وہ تمہارے لئے بہتر ہے ع

بھلا کر جو اپنا بھلا چاہتا ہے

حقیقت یہی ہے کہ آدمی جو احسان بھی کسی کے ساتھ کرتا ہے وہ صورت میں تو دوسرے کے ساتھ احسان ہے مگر حقیقت میں وہ اپنے ہی اُوپر احسان ہے۔ جو کچھ بھی آپ اللہ کے راستہ میں خرچ کریں گے تو اللہ تعالےٰ آپ کو اُس کا بدلہ دے گا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ دو فرشتے روزانہ یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور روک رکھنے والے کو بربادی عطا کر ایسی حالت میں جو احسان بھی کوئی شخص کسی کے ساتھ کرتا ہے وہ اپنے مال کو بربادی سے بچا کر اس کے بدل کا اللہ تعالےٰ کے خزانہ سے اپنے استحقاق قائم کرتا ہے۔ اور اگر غور... کیا جائے تو حقیقت میں دوسروں پر ذرا بھی احسان نہیں۔ بلکہ ایسا ہے جیسا کہ اُس نے تمہارے مکان کو ڈاکو سے بچا دیا۔ اس لحاظ سے اس کا تم پر احسان ہے نہ کہ تمہارا اس پر۔

قرآن اور ہم

(از جناب ڈاکٹر عبدالمالک ریاض ۲۱- شالامار ٹاؤن لاہور)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اللہ تعالیٰ نے کئی بار اعلان فرمایا ہے کہ "ہم نے قرآن کریم کو اپنی یاد و پہچان کے لئے آسان کر دیا ہے - ہے کوئی اس کو یاد کرنے والا ؟ یعنی ہے کوئی اس نعمتِ غیر مترقبہ سے مالا مال ہونے والا - اس نے فرمایا ہے - کہ ہم نے قرآن کریم میں سے کسی شے کو نظر انداز نہیں کیا - اس میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں - ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ کوئی باہمت اور بلند پایہ کردار اس بحرِ عمیق میں غوطہ زن ہو - اور علم و عقل کی روشنی میں قرآن کریم کے مخفی خزانوں کو سطحِ عام پر لا دکھائے -

ہم بلا خوف کہہ سکتے ہیں کہ یورپ کی ایجادات کوئی نئی چیز نہیں - بلکہ قرآن میں ان کے متعلق اشارات کئے گئے ہیں - اور ہم ہیں کہ انہیں دیکھ کر حیرت میں ڈوب جاتے ہیں - حالانکہ وہ ہماری غفلت سے اپنی کھوئی ہوئی چیزیں ہیں - جس کی ہمیں قرآن نے تعلیم دی ہے - لیکن جب ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا - اس پر غور و فکر کی بجائے سنہری اور رنگین غلافوں میں بند کرکے الماریوں کی زینت بنا دیا - تو ہمیں یہ سب کچھ غیر معلوم ہونے لگا - کیونکہ ہم آسمانی نوری قندیل کی بجائے اپنی مصنوعی روشنی کو حیرت سے دیکھنے لگے ہیں -

مثال کے طور پر ہوائی جہاز کو ہم انگریزوں کی ایجاد سمجھتے ہیں - اور ان کو اس پر فخر بھی ہے - لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے - سب سے پہلے سپین کے ایک عرب عباس ابن فرنس نے ہوا میں پرواز کرنے کی کوشش کی - تقریباً ۸۸۸ء میں وہ اپنے بازوؤں پر ایسے پر لگا کر کافی دور تک اڑنے میں کامیاب ہوگیا - بعد میں اس نے ایک ہوا میں پرواز کرنے والی مشین ایجاد کی - جو ایک نہایت پرانی وضع کا ہوائی جہاز تھا - جو تیز پرواز پرندوں سے بھی زیادہ تیز اڑ سکتا تھا - قرآن کریم میں فرمایا گیا - کہ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے جانشین مقرر کئے گئے - تو انہوں نے کہا کہ ہم کو جانوروں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں - اور دوسری بہت سی باتوں کا بھی علم دیا گیا ہے - جو اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے - اسی علم و فضل ہی کا نتیجہ تھا - کہ حضرت سلیمانؑ کو طیور و وحوش اور جنوں کا حاکم بنا دیا گیا - ہوا کو ان کے تابع کر دیا - جہاں وہ چاہتے ہوا اُن کو مع درباریوں کے تخت پر بیٹھے اڑا لے جاتی - لیکن آج ہمیں طیاروں کی پرواز نے محوِ حیرت کر دیا ہے - کہ ہم اُسے دورِ حاضرہ کی ایجاد سمجھتے ہیں -

اہلِ یورپ اس بات پر نازاں ہیں کہ ان کے مفکرین نے اپنی سعی و فکر سے معلوم کیا کہ زمین ہر وقت گھومتی رہتی ہے اور اس کے متعلق تحقیقات کا سہرا بھی مفکرین مغرب کے سر باندھا جاتا ہے - لیکن قرآن کریم میں جو آج سے تقریباً پونے چودہ صدی پہلے نازل ہوا - یہ بات صاف طور پر واضح کی گئی ہے کہ "پہاڑوں کو دیکھ کر تم خیال کرتے ہو کہ یہ ساکن ہیں - لیکن یہ تو بادلوں کی طرح ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں" یعنی زمین ہر وقت حرکت میں ہے - کیونکہ پہاڑ زمین پر قائم ہیں - ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ "ہم نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنا دیا - اور پہاڑوں کو میخ" - یعنی اگر زمین پر پہاڑ نہ ہوتے - تو زمین کا توازن برقرار نہ رہتا - اور زمین کی گردش میں خلل پڑتا - پھر ایک اور جگہ فرمایا - "میں نے پہاڑوں کا لنگر زمین کے لئے بنا دیا - تاکہ زمین کی گردش میں توازن قائم رہے - اور نہروں (دریاؤں) اور چشموں میں بھونچال پیدا ہوکر قدرت کا مقرر کیا ہوا نظام بگڑ نہ جائے - اور جاندار ہلاک نہ ہو جائیں -

چاند اور سورج کے متعلق جدید نظریات کو بھی اہلِ مغرب ہی سے موسوم کیا جاتا ہے - لیکن اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے - کہ "چاند بذاتِ خود اندھیرا ہے - اور وہ سورج سے روشنی لیتا ہے - جو روشن اور منور ہے -" پھر فرمایا - "ہم نے رات کی نشانی (چاند) کو اندھیرا اور دن کی نشانی (سورج) کو روشن بنایا - تاکہ تم اپنے اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرسکو -"

آج روس اور امریکہ کے سائنسدان چاند تک پہنچنے کے لئے خلاء آسمانی میں مصنوعی سیارے پھینک رہے ہیں - یعنی پرواز کے دوران میں جب راکٹ زمین کی کشش سے باہر ہو جائے گا - تو ایک طویل خلاء کے بعد چاند کی کشش اُسے اپنی طرف کھینچ لے گی - یہ جو کچھ ہو رہا ہے یا جو کچھ ہوگا سب اسی کشش کا ہی مرہونِ منت ہے - جو قرآن کریم میں مذکور ہے -

۱۹۵۷ء میں جینیوا میں سائنسدانوں کی کانفرنس میں ایک سائنسدان نے یہ انکشاف کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا - کہ خلاءِ آسمانی کا ایک منٹ ہماری دنیا کے کئی سالوں کے برابر ہے - اور جب ہم چاند کی تسخیر کے بعد واپس آئیں گے تو ہماری دنیا ہی بدل چکی ہوگی - ہمارے عزیز و اقارب مر چکے ہوں گے - حکومتیں بدل چکی ہوں گی اور کئی نئے واقعات وقوع پذیر ہو چکے ہونگے - ہم اس انکشاف پر حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوگئے لیکن اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور نہیں کیا - کہ قیامت کے دن جب سیارے اور ستارے آپس میں ٹکرا کر روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوئے اس لامحدود خلاء میں تحلیل ہو جائیں گے - اس وقت ایک ایک دن دنیا کے کئی ہزار سالوں کے برابر ہوگا - قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے - کہ "خدا وہ قادرِ مطلق ہے جو آسمانوں اور زمینوں کو قائم کئے ہوئے ہے اور اگر وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی روک لے - تو یہ نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے - بیشک وہ بخشنے والا ہے - دوسری جگہ یوں فرمایا - "خدا نے بغیر کسی ستون کے آسمان کو بلند کیا - اور بعد ازاں عرشِ عظیم پر بیٹھا - اُس نے چاند اور سورج کی تخلیق کی - اور

اب تک وہ مقررہ نظام کے مطابق قائم ہیں۔" یعنی سب اجرام فلکی بغیر کسی ستون کے قائم ہیں۔ اور یہ کشش کے سوا کوئی اور چیز نہیں۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ دُنیا کا نظام میری حکمت سے چل رہا ہے۔ جس میں ذرہ بھر فرق بھی نہیں آسکتا۔ پھر فرمایا۔ کہ" اگر میری حکمتوں اور فلسفوں پر غور کیا جائے۔ تو حیرت انگیز مسائل تمہارے سامنے آئیں گے۔" قرآن کریم سی جامع اور مکمل کتاب آج تک نہ دُنیا میں آئی اور نہ لکھی جا سکے گی۔ ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ قرآن کریم میں فرمایا ہے اس کا نچوڑ سورہ فاتحہ ہے۔ اس کو ام الکتاب بھی فرمایا ہے۔ اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ بسم اللہ شریف میں ہے۔ جو بسم اللہ شریف میں کہا گیا ہے وہ "ب" میں ہے۔ اور جو کچھ "ب" ہے۔ وہ اس حرف کے نقطہ میں ہے۔ سبحان اللہ قرآن کریم جیسی اکمل و جامع کتاب کے پہلے ہی نقطہ کے دائرۂ معرفت میں وہ وہ راز نہاں ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے دُنیا والوں کو اس مرکز پر اکٹھے ہوکر تجسّس کی دعوت دی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ "میں نے کل کائنات میں جو کچھ پیدا کیا ہے۔ بے وجہ یا بیکار نہیں پیدا کیا۔ بلکہ ہر ذرّہ میں میری حکمت ہے۔" چنانچہ فرمایا گیا کہ "ہم نے زمین کو وسعت دے کر اس میں لنگر ڈال دیئے۔ اور اس نے ہر چیز کو مناسب اور پسندیدہ طریق سے پیدا کیا۔ اور نسل آدمؑ پر یہ راز ظاہر کر دیا۔ کہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز نشانیاں پنہاں ہیں۔ جن سے لوگ گزر جاتے ہیں۔ اور غور نہیں کرتے۔ اگر ان پر ذرا سا بھی غور و فکر کیا جائے تو اس امر کو تسلیم کرتے ہی بن پڑے گی۔ کہ بذاتِ خود ایک ذرّہ بھی پوری کائنات ہے۔ تو گویا قرآنی پروگرام کے مطابق فی الحال اگر ایک نقطہ کی بغور سیر کریں۔ تو ہم تمام نظامِ خداوندی کو ایک ضد کے ماتحت پائیں گے۔ چنانچہ ہر ابتدا کی انتہا پھر وہی ابتدا ہے۔ جیسا کہ ایک دائرہ کے خط پر ایک نقطہ لگا کر آگے چلنا شروع کریں۔ تو پھر وہیں پہلے نقطہ پر پہنچ جائینگے۔ جہاں سے ہم نے ابتدا کی تھی۔ اب یہ مقام ہماری انتہا ہے۔ اور پھر ابتدا بھی اسی طرح نظامِ خداوندی کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے اس احکم الحاکمین نے ایک ضد کے ماتحت ترتیب فرمایا ہے۔ چنانچہ ہر مثبت کی ضد منفی۔ روشنی کی تاریکی۔ سفیدی کی سیاہی۔ نیکی کی بدی۔ جنّت کی جہنّم۔ راحت کی رنج۔ طاقت کی نحافت۔ جزا کی سزا۔ سعادت کی گناہ۔ عروج کی زوال۔ شفق کی اُفق۔ اسلام کی کفر۔ توحید کی شرک۔ شوق کی خوف۔ نفع کی نقصان۔ اوّل کی آخر۔ اور ظاہر کی باطن وغیرہ ضد ہے۔ مثلاً چلتے وقت دائیں بازو کی بائیں ٹانگ کی حرکت سے موافقت اور دائیں ٹانگ سے ضد ہے۔ اور بائیں بازو کی دائیں ٹانگ کی حرکت سے موافقت اور بائیں ٹانگ سے ضد ہے۔ جب کسی کا نظامِ ضد قائم نہیں اُس کا نتیجہ ناکام ہے۔ اگر دائیں ٹانگ کے ساتھ دایاں ہی بازو اور بائیں ٹانگ کے ساتھ بایاں ہی بازو ہلا کر چلیں تو ہماری رفتار مسلسل نہیں رہے گی۔ بلکہ رُکاوٹ ہوگی۔ اور جسم کو ہچکولے لگیں گے۔ خداوند عزّ وجل نے اسی واسطے ضد کا یہ نظام قدرتی اور فطری بنا دیا ہے۔

بناءً علیہ جب ہم الحمد شریف سے والناس تک اس کتاب مقدس کا مطالعہ کریں گے تو ہمیں بلا تامل سر تسلیم خم کرنا ہی پڑے گا۔ کہ واقعی یہ کتاب لازوال اپنی مثل آپ ہی ہے۔ اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کے لئے ہمیں اللہ کی پاکی بیان کرنا پڑے گی۔ اور اس پر عمل کرنے سے یہ مشعلِ راہ ہمیں بھٹکتی ہوئی گمراہی کی راہ سے راہِ راست پر لائے گی۔ اور اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ہر نظام ضد پر قائم ہے۔ تو زندگی اور موت کی ضد کے ماتحت ہمارا مسئلہ قرآن کریم اس طرح حل کرتا ہے کہ ہر ایک چیز اپنی اصلیت کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یعنی جہاں سے چلے تھے وہیں پھر لوٹ آئیں گے۔ خدا کی طرف سے آئے ہیں اسی کی طرف رجوع کرنا اور لوٹنا ہے۔ اس دُنیا کے اوّل کچھ نہیں تھا اور اب اس کی ضد کے ماتحت آخر میں کچھ نہیں ہوگا۔ نہ آسمان ہوگا نہ زمین۔ سب ضد کے پروگرام کے ماتحت لپیٹ لئے جائیں گے۔ اور جن و انسان کو اُن کے کئے کی جزائیں اور سزائیں دیکر کسی خاص مناسب مقامات پر ٹھہرایا جائیگا۔

یہ کتاب مقدس ہمارے لئے خُدا کا ایک قانون ہے۔ تھیوری ( ) ہے۔ جس کے سب سے پہلے عالم اور عامل جناب سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلم ہمارے شفیع و وکیل ہیں۔ جب ہم اپنے جرائم کے خود مرتکب ہونگے اور قانون کا احترام نہ کریں گے۔ تو لازمی طور پر ہمارے وکیل بھی ہمارا مقدمہ عدالت عالیہ خداوندیہ میں دائر نہیں کریں گے۔ جس کا نتیجہ ہماری گرفت اور سزا ہوگا۔ اس سے بچنے کے لئے قرآن کریم ہی ایک ذریعہ ہے۔ جس میں سب سے پہلے بُرائیوں اور گناہوں سے بچنے کے لئے اور نیک و صالح ہو جانے کی توفیق مانگنے کا طریقہ فرمایا گیا ہے۔ بعد ازاں سورہ بقرہ کے شروع میں یہ صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ اس کتاب کے ہر طرح مکمل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور یہ ایسے لوگوں کے لئے ہے جو اس کو اپنی ہدایت کے لئے عملی طور پر اپنا مشعلِ راہ بنائیں۔

انسان کو صاحب اختیار بنا کر اس کتاب کا علم بخش دیا گیا ہے۔ کہ بہتری اسی میں ہے۔ کہ ہم خود اور اپنی اولاد اور تمام مسلمانوں کو قرآنی تعلیم دیں۔ اس کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے فرض ہونا حدیث شریف سے بھی تاکیداً ثابت ہے جب تک ہم اس کی تعلیم و تعلّم سے بے بہرہ رہیں گے۔ ہم قصرِ عدم میں پڑے پڑے ہی ہر نعمت و برکت سے محروم رہ کر آخرکار پچھتائیں گے۔ موجودہ دور میں ہمارا ایسے واقعات سے سامنا ہوتا رہتا ہے۔ کہ بجائے کسی اچھے اور بہتر نتیجے پر پہنچنے کے پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔ دُنیا کو نہایت مصروف دیکھ رہے ہیں۔ لوگوں کا دُنیاوی ترقی کی طرف اتنا رجحان ہے۔ کہ وہ قرآنِ کریم کو ایک پُرانی پونے چودہ سو سالہ کتاب کہہ کر ٹال دیتے ہیں آپس میں ازدواجی زندگی بھی کہیں کہیں برائے نام اسلامی رہ گئی ہے ورنہ تمام تر ماحول مغربیّت میں مدغم ہو چکا ہے۔ جب ہم کسی منزل پر پہنچنے کے لئے اس کی مخالف سمت چلنا شروع کریں گے۔ تو بجائے اُس منزل کے قریب ہوتے جانے کے دُور از دُور ہوتے جائینگے۔ تو اس میں منزل کا کیا تصور؟ بعینہٖ جب

باقی صفحہ ۱۸ پر

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی راتیں

(از جناب محمد رفیق صاحب انبالوی متعلم جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ - امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دن کن کن مقدس کاموں میں صرف ہوتا تھا - اس کا کچھ اندازہ امام صاحبؒ کی فقہ کو دیکھنے سے ہو سکتا ہے - لیکن ان مقدس دنوں کے ساتھ راتیں کیسی گذریں - اس کا اندازہ ذیل کے چند واقعات سے کیجئے - جو بطور نمونہ دیئے گئے ہیں - اور پوری تفصیل حضرت امام قدس سرہٗ کی تاریخوں میں اور خصوصاً تاریخ بغدادی عربی میں ملے گی - یہ بھی اسی کا انتخاب ہے -

۱ - یزید بن الکمیت کہتے ہیں - حضرت امام اعظمؒ عشاء کی جماعت میں تھے - امام نے سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ الخ تلاوت فرمائی - جب نماز ختم ہو گئی اور لوگ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ امام صاحبؒ فکر میں غرق ہیں - اور سانس زور زور سے آتا جاتا ہے - میں نے سوچا چپکے سے اُٹھ چلوں اور ان کے شغل میں خلل نہ ڈالوں - میں چراغ جلتا چھوڑ کر چلا آیا - اس میں تیل تھوڑا سا تھا - صبح کے وقت جب پھر مسجد میں آیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت امامؒ اپنی داڑھی کو پکڑے کھڑے ہیں اور یہ دُعا کر رہے ہیں -

یامن یجزی بمثقال ذرۃ خیر خیرا و یامن یجزی بمثقال ذرۃ شر شرا - اجر النعمان عبدک من النار وما یقرب منہا من السوء وادخلہ فی سعۃ رحمتک

(اے ذرّہ بھر نیکی کا بدلہ دینے والے اور ذرہ بھر بُرائی کا اس جیسا بدلہ دینے والے اپنے بندہ نعمانؒ کو آگ سے اور ان بُرائیوں سے جو اس سے قریب کریں بچا اور اپنی رحمت کی کشائش میں داخل فرما)

میں نے اذان دی پھر آ کے دیکھا - تو چراغ برابر جل رہا تھا - اور امام صاحب کھڑے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا کیا چراغ لینا چاہتے ہو - میں نے عرض کی کہ میں تو صبح کی اذان دے چکا ہوں - " فرمایا جو دیکھا اس کو چھپانا " پھر فجر کی سنتیں پڑھیں اور بیٹھ گئے - اور ہم لوگوں کے ساتھ شروع رات کی وضو سے صبح کی نماز پڑھی -

۲ - یحییٰ بن ایوب الزاہدؒ کا بیان ہے - کان ابوحنیفۃ لا ینام اللیل (امام ابو حنیفہؒ رات کو سویا نہیں کرتے تھے -

۳ - اسد بن عمرؒ کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہؒ رات کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم فرما دیتے تھے - ان کے رات میں رونے پر پڑوس والوں کو رحم آ جاتا تھا -

۴ - انہی اسد بن عمرؓ کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح ہے کہ جس مقام پر امام صاحبؒ نے وفات پائی ہے - وہاں سات ہزار قرآن مجید ختم کئے تھے -

۵ - مشعر بن کدامؒ کا قول ہے کہ ایک رات میں مسجد میں گیا تو کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز آئی - جس کی حلاوت میرے دل میں گڑ گئی - جب ایک منزل تمام ہو گئی تو میں نے سمجھا کہ اب شاید رکوع کریں گے - مگر ایک تہائی پڑھا آدھا پڑھا اور پڑھتے رہے - یہاں تک کہ پورا قرآن شریف ایک ہی رکعت میں ختم ہو گیا دیکھا تو امام ابو حنیفہؒ تھے -

۶ - زائدہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے مسجد میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی - جب سب آدمی نماز پڑھ پڑھ کر چلے گئے - میں ان سے تنہائی میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا تھا - میں رہ گیا - امام صاحب کو اس کی خبر نہ ہوئی - اُنہوں نے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا - میں انتظار میں کھڑا اُسنتا رہا - جب فارغ ہو لینگے مسئلہ پوچھوں گا - آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے - فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (تو اللہ تعالٰے نے ہم پر احسان فرمایا - اور دوزخ کی زہریلی ہوا سے ہم کو بچایا) اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے - یہاں تک کہ پڑھتے پڑھتے صبح ہو گئی - اور مؤذن نے فجر کی اذان دیدی -

۷ - ابو الجویریہؒ کا قول ہے - کہ میں حماد ابن ابی سلمانؒ، محارب بن دثارؒ - علقمہ بن مرثدؒ، عون بن عبداللہؒ کی صحبتوں میں رہا ہوں اور امام ابو حنیفہؒ کی صحبت میں بھی رہا ہوں - میں نے ان بزرگوں کی جماعت میں کسی کو ایسا شب بیدار نہیں دیکھا - جیسے ابو حنیفہؒ " میں ان کی صحبت میں مہینوں رہا ہوں - ایک رات بھی ایسی نہیں ہوئی کہ انہوں نے بستر سے پہلو لگایا ہو -

۸ - القاسم بن معین کا بیان ہے - کہ ایک رات امام ابو حنیفہؒ نے نماز میں یہ آیت پڑھی - بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وَاَمَرُّ (بلکہ ان کے وعدہ کا وقت قیامت ہے - اور قیامت بہت بڑی آفت اور بہت کڑوی چیز ہے) امام صاحبؒ تمام رات اسی آیت کو دُہراتے رہے اور شکستہ دلی سے روتے رہے -

۹ - خارجہ بن مصعبؒ کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں ایک شب میں چار اماموں نے پورا قرآن مجید پڑھا ہے - (۱) حضرت عثمان بن عفانؓ (۲) تمیم داریؒ (۳) سعید بن جبیرؓ (۴) امام ابو حنیفہؒ -

۱۰ - ابو مطیع کا قول ہے کہ مکّہ مکرمہ کے قیام کے زمانہ میں رات کو جس وقت بھی میں طواف کے لئے گیا - میں نے امام ابو حنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کو طواف کرتے پایا -

۱۱ - ابو عاصمؒ کہتے ہیں کہ نمازیں بہت زیادہ پڑھنے کی وجہ سے لوگ امام ابو حنیفہؒ کو وتد (میخ یا کیل) کہنے لگے تھے (کہ ہر وقت سکون کے ساتھ میخ کی طرح کھڑے نظر آتے تھے)

یہ سب بیان کسی حنفی کے نہیں - شاگرد معتقد کے نہیں - امام ابو حنیفہؒ کے معاصرین کے ہیں - اور تاریخ خطیب بغدادی شافعی میں درج ہیں اور ان کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سے واقعات ہیں - جو ۲ / ۳ / ۷ بنا ہر ایک بہت بہت مرتبہ کے ایسے ایسے واقعات کو بیان کرتے ہیں - ان میں کسی ایک شب کا حال نہیں معمول کا بیان ہے - جس سے امام صاحب قدس اللہ سرہٗ کے تقدس، خشیت، اشغال اور پھر حال کے اخفاء کی کیفیت معلوم ہوتی ہے - افسوس ہے کہ بعض مسلمان ایسے زبردست بزرگ اور ولی اعظم پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں - اللہ تعالٰے ہم سب کو اولیاء و علماء سے بدگمانی اور اُن کو بُرا کہنے سے بچائے - آمین یا الٰہ العالمین -

بقیہ قرآن اور ہم صفحہ ۱۶ سے آگے

ہم نے اپنی اس کتاب مقدس کی تعلیم کو پس پشت ڈال رکھا ہے - اور اس کو پڑھنے کی بجائے قسمیں اٹھانے کے لئے رکھ رکھا ہے تو ہماری رہبری کیسی کریگی- بلکہ یہ قیامت کے دن گواہ مخالف بنے گی کہ اس بندہ نے اپنے کسی دینی یا دنیاوی معاملے میں میری رائے نہیں لی تھی-

آج ہماری پریشانیوں کے سوال کا پیدا ہونا محض اسی لئے ہے کہ ہم اس کتاب کے احکامات کو اس کی تعلیمات کو بالکل نظر انداز کر چکے ہیں - اس کو پرانی کتاب - اس کے حاملین یعنی پڑھنے اور جاننے والوں کو جاہل کہا جاتا ہے - اور کئی قسم کے مذاق اڑائے جاتے ہیں - تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کی روشنی سے مستفید ہوسکیں - یہی وجہ ہے کہ ضلالت ہم پر چھا چکی ہے - اور عملاً اس سے علیحدہ رہ کر گونگے بہرے اور اندھے کہلائے جا رہے ہیں - اسی وجہ سے اللہ نے ہمارے دلوں - آنکھوں اور کانوں پر نافرمانی کی مہر لگا دی ہے - جس کے بعد دکھ دینے والا عذاب تیار ہے - ہم نے اس کی تعلیمات و احکامات کو نظرانداز کر دیا ہے - اس کے ارشادات اور ہدایات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے تو ہم پر ہر قسم کی دنیاوی اور روحانی مصیبتیں نازل ہونی شروع ہوگئیں - اور ہم ذلیل و خوار ہو کر ذلت اور جہالت کے انتہائی تاریک غار میں جا گرے-

آج ہم سب اپنی ذلت و جہالت اور تباہی و بربادی کو محسوس کر کے نادم تو ضرور ہیں - اپنی خستہ حالی پر ماتم تو ضرور کرتے ہیں - لیکن قرآن کریم کو پڑھنا تو کیا آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے- یہی قرآن کریم بنی نوع انسان کے ہر درد کا درمان ہے - اسی پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی اخلاقی کمزوریاں - دنیاوی خرابیاں دور کر کے روحانی زندگی بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں - آج ہماری حالت اس پیاسے کی سی ہے - جو پیاس کی شدت سے ماہی بے آب کی طرح تڑپ تو رہا ہے - لیکن سراب کی طرف بڑی تیزی سے دوڑا جا رہا ہو - لیکن وہ اس جام کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا- جو اس کی اپنی ملکیت ہے - اور قریب پڑا اسے نظر آ رہا ہے -

اگر ہم چاہتے ہیں - کہ دنیا میں ترقی کریں - شاندار اور عزت کی زندگی گزاریں - ہمیں سکون نصیب ہو - اگر ہم آخرت میں فلاح کے تمنائی ہیں - تو یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے - کہ قرآن کریم کو پڑھیں - سمجھیں اور غور و فکر کے بعد اس پر عمل کریں - اگر ہم نے قرآن کریم کو اپنا لیا - تو تو یقیناً وعدۂ خداوندی جلد پورا ہوگا ساری دنیا میں ہماری شان و شوکت اور عظمت کا چرچا ہوگا - اقوام عالم ہمارے سامنے دوبارہ سرنگوں نظر آئیں گی اور دنیا میں صلح - سکون و امن اور اسلام کا راج ہوگا -

---

بقیہ "آپ بیتی" صفحہ ۱۹ سے

آتے ہوئے دیکھا جس کا سفید گھوڑا ایک تیز رفتار سے میری طرف آ رہا تھا - میرے پاس گھوڑا آکر کھڑا ہو گیا - اور سوار نے نیچے اتر کر مجھے تسلی دی - اور پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے آنا ہوا ہے - میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور میں یہاں سیر کرنے کے لئے آیا تھا - مگر اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں - خدا کے لئے مجھے یہاں سے چھڑاؤ اس آدمی نے کہا - گھبراؤ نہیں اور پوچھنا شروع کیا کہ کبھی تم نے نماز بھی پڑھی ہے - میں نے کہا نہیں صاحب - پھر اس نے پوچھا کہ روزے رکھتے ہو - میں نے پھر نفی میں جواب دیا - اس پر وہ آدمی پھر بولا کہ تمہیں کلمہ بھی آتا ہے - میں نے کہا ہاں جناب - اور میرے منہ سے بے ساختہ کلمہ نکلا - اس آدمی نے کہا - کاش تم پانچوں نمازیں پڑھتے اور تیس روزے رکھتے تو وہ آج تیرے کام آتے میرے آنے سے پہلے جو تیس گھوڑا سوار آئے تھے وہ وہی روزے تھے - اور پانچ آدمی جو تھے وہ پانچوں نمازیں تھیں - جو تیری مدد کے لئے آئی تھیں - مگر انہوں نے تم کو نہ پہچانا اور چلی گئیں - چونکہ تجھے میں اچھی طرح جانتا ہوں تو نے مجھے کئی دفعہ پکارا ہے - لہٰذا اب میں تیری ہر قسم کی مدد کرنے کو تیار ہوں - اس نے اپنی جیب سے ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جس پر عربی میں کلمہ لکھا ہوا تھا - اس کاغذ کو مینار کے ساتھ مس کیا - کاغذ کے پرزے کا ساتھ لگنا ہی تھا کہ یکلخت ایک جھٹکا سا لگا اور مینار نے اپنی گرفت سے مجھے چھوڑ دیا - ابھی میں اسی خواب میں تھا کہ اتنے میں میری اماں جان نے آکر مجھے جگا دیا - میں نے اٹھتے ہی کلمہ پڑھا اور دل سے پکا تہیہ کر لیا کہ میں آئندہ نماز اور روزے کبھی بھی قضا نہ کروں گا - اور قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کرونگا - اگر میں نے کلمہ بھی نہ سیکھا ہوتا تو آج یقیناً میں اس مصیبت میں ہلاک ہو جاتا -

---

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

ملنے کا پتہ

ملتان میں
طبیب امیر علی صاحب خیر المدارس

خانیوال میں
میاں محمد رفیق صاحب برتن فروش اکبر بازار

لائلپور میں
میاں عبد الغنی صاحب نیوز ایجنٹ سنت نگر

جھنگ کھیانہ میں
شیخ محمد حسین صاحب بک سیلر نیوز ایجنٹ

منٹگمری میں
جامع مسجد نور حضرت مولانا عبد العزیز صاحب

گوجرہ میں
صوفی فتح محمد صاحب نئی غلہ منڈی

گوجرانوالہ میں
مولوی نور دین صاحب نزد اللہ دتہ ہائی سکول

گجرات میں
مستری عطاء اللہ صاحب اخبار فروش

پسرور میں
خواجہ نصیر الدین صاحب بٹ نیوز ایجنٹ

ڈیرہ اسماعیل خان میں
میاں نور دین صاحب راجپوت کوٹھی نمبر ۱۴۸

جہلم میں
حافظ عبد المجید صاحب مسجد گنبد والی

راولپنڈی میں
حافظ سرفراز حسین صاحب گلشن پورہ

بچوں کا صفحہ

میری خواب
آپ بیتی

(از جناب اے۔ آر ناصر الہ آبادی)

جمعہ کا دن تھا مجھے سکول سے چھٹی تھی۔ میں نے امی جان کو کپڑے دھونے کے لئے دیئے۔ اور میں دُھلے ہُوئے کپڑے پہن کر جناح کیفی پر ریڈیو سُننے کے لئے جانے لگا۔ امّی جان نے مجھے بہت ہی سمجھایا کہ دیکھو! بیٹا جمعہ کا وقت ہے تمہیں جمعہ پڑھنے کے لئے ضرور جانا چاہئے کیونکہ جو آدمی نیک کام کرتے ہیں اللہ تعالےٰ ان پر بہت خوش ہوتا ہے۔ لیکن میں نے اُن کی ایک نہ مانی اور میں چُپکے سے باہر جانے لگا۔ جب میں دروازہ کے قریب ہی پہنچا تو کسی نے مجھے آواز دی۔ مسٹر ناصر۔ میں نے پہلے تو سمجھا کہ یہ میرا کوئی کلاس فیلو ہوگا۔ اچھا ہے ہم اکٹھے وہاں گانے وغیرہ سُنیں گے۔ لہٰذا جب میں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں) کہ باہر جامع مسجد[۱] ۔۔۔ کھے۔ جن کا گھر بالکل ہمارے قریب ہی تھا۔ وہ اکثر رات کو مجھے بُلا کر نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا دیکھو تم نماز پانچوں وقت ضرور پڑھا کرو۔ اور جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے آیا کرو۔ اور اُنہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ کہ آئندہ جمعہ کو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤنگا۔ اس طرح تمہیں نماز جمعہ پڑھنے کی عادت پڑ جائیگی۔ لہٰذا حسب وعدہ وہ آج آوارد ہُوئے۔ مجھے از حد غُصّہ آیا کہ اگر اس کے آنے سے پہلے ہی میں چلا گیا ہوتا تو کتنا اچھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ مقولہ یاد آیا کہ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ لہٰذا اب مجھے ان کے ساتھ ہی جانا پڑا۔ ہم مسجد میں پُہنچے اور وضو کرنا شروع کیا۔ مگر مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ وضو کیسے کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے لوگوں کی طرف دیکھ دیکھ کر وضو کر لیا۔ اور ایک نا معلوم شخص کے پاس جا کھڑا ہُوا۔ آتا جاتا تو مجھے کچھ نہ تھا خیر جو کچھ وہ کرتا میں بھی کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھ کر ویسے ہی کرتا جب اس نے سلام پھیرا تو[۲] اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ ادھر خطیب صاحب بھی نماز سے فارغ ہو کر منبر پر آ بیٹھے اور آپ نے قیامت کے متعلق وعظ کرنا شروع کیا۔

آپ نے بتانا شروع کیا کہ قبر میں نیک انسان سے فرشتے کس طرح سلوک کرتے ہیں۔ اور بد سے کس طرح۔ کبھی وہ دوزخ اور جنّت کا نقشہ ہمارے سامنے کھینچ کر رکھ دیتے۔ یعنی دوزخ آگ کا ایک بہت بڑا گڑھا ہے اور مرنے کے بعد تمام گنہگار اس میں ڈالے جائینگے۔ مگر جو نیک اور عبادت گزار ہونگے ان کے لئے جنّت ہو گی جو کہ ایک اعلےٰ قسم کا باغ ہے۔ جس کے نیچے دودھ اور شہد کی ندیاں بہتی ہونگی۔ ہر طرف میوہ دار درخت ہوں گے۔ ان کے لئے حوریں ہوں گی۔ جو ان کی خدمت کریں گی۔ یہ اللہ تعالےٰ نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا صلہ دے گا۔ مگر جو بدکار لوگ ہوں گے دوزخ میں جلینگے۔ اور پینے کے لئے انہیں پیپ اور خون دیا جائے گا۔ اب وقت ہو چکا تھا لہٰذا مولوی صاحب نے وعظ ختم کیا اور میں نماز پڑھ کر گھر واپس آ گیا۔ ان کے وعظ سے مجھ پر کچھ ایسا اثر ہُوا کہ میں چُپکے سے آ کر بیٹھک کے دروازے بند کر کے خاموش لیٹ گیا۔ اب میرے دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ کبھی میں کہتا کہ آخر میں نے مرنا ہے۔ میرا کیا حشر ہوگا۔ فرشتے میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ میرے نیک اعمال ہی نہیں ہیں میں خُدا کو کیسے مُنہ دکھاؤنگا میں ان سوچوں میں ہی تھا کہ اچانک مجھ پر نیند غالب آ گئی۔ اور میں گہری نیند سو گیا۔

نیند میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک بہت خوبصورت باغ میں سیر کر رہا ہوں جہاں بہت اچھے پھل دار درخت ہیں۔ نہریں چل رہی ہیں۔ جہاں کے لوگ جو دُور دُور سے آئے ہوئے تھے۔ خوش و خرم دکھائی دیتے ہیں۔ باغ کے درمیان میں ایک بہت بڑا خوبصورت مینار ہے۔ جس کے نقش و نگار کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر یہ نظارہ دیکھ ہی رہا تھا کہ اتنے میں سامنے سے ایک بزرگ دراز ریش نورانی چہرے والا سفید پوشاک پہنے ہوئے میرے سامنے آ کھڑا ہُوا۔ اور کہا کہ بیٹا تم بڑے ہی خوش قسمت ہو کہ تم کو اس باغ میں آنا نصیب ہُوا ہے۔ خوب سیر کرو مگر دیکھنا وہ جو مینار باغ کے درمیان میں نظر آ رہا ہے اس کو مت چھونا یہ کہہ کر وہ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا میں بہت خوش ہُوا اور خوشی خوشی باغ میں ٹہلنے لگا۔ جب میں مینار کے قریب پہنچا تو مجھے اُس شخص کی بات بھول گئی۔ اور میں نے دل میں سوچا کہ ذرا اس مینار کو بھی دیکھ لیں۔ کہ کتنا خوبصورت اور خوشنما مینار ہے۔ میں نے ایسا عجوبہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ لہٰذا جب میں مینار کے پاس گیا اور میں نے اپنا ہاتھ آگے دیکھنے کے لئے بڑھایا ..... میرا ہاتھ آگے بڑھانا ہی تھا کہ اس مینار نے میرے ہاتھ کو ایک زبردست گرفت میں لے لیا۔ اس اچانک گرفت سے میرے ہوش و حواس زائل ہو گئے۔ میں نے اس سے اپنے آپ کو چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر ناکام۔ حیران کھڑا ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک سامنے درختوں میں سے پانچ آدمی اپنے ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے میری طرف بڑھے۔ لیکن جب میرے پاس آئے تو وہ کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر میری طرف دیکھتے رہے۔ میں نے اُن سے کہا کہ بھائیو خدا کے واسطے مجھے اس مصیبت سے چھڑاؤ۔ لیکن اُنہوں نے آپس میں کچھ باتیں کیں اور واپس لوٹ گئے۔ میں زور زور سے چلا رہا تھا۔ کہ اتنے میں تیس[۳۰] گھوڑے سوار وہاں سے گزرے مگر وہ بھی مجھے دیکھ کر آگے چلے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں نے ہر چند اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی لیکن اس نے اور بھی اپنی گرفت کو مضبوط کر لیا۔ میں حیران و پریشان کھڑا تھا کہ اتنے میں میں نے سامنے سے ایک گھوڑا سوار کو

[۱] خطیب مولوی احمد حسن صاحب

[۲] میں نے بھی جھٹ سے سلام پھیر دیا

باقی صفحہ ۱۸ پر

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ بارہ روپے۔ ششماہی سات روپے
سہ ماہی تین روپے آٹھ آنے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم وجیل
مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

بقیہ صفحہ ۳ معمہ بازی

کی مصداق اس قومی روپیہ کو چند دان کی عیش و عشرت میں برباد کیا جاتا ہوگا ایسا انعام حاصل کرنے والوں کو خود اُن کی اولاد بلکہ ہمسائے اور جان پہچان والوں کا ہمیشہ کے لئے اس بدعت میں پڑ جانا بعید از قیاس نہیں ہو سکتا

قوم کی معاشی حالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی اور نہ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت دیتا ہے۔ کہ ہم قماربازی کو قومی عادات میں داخل کرلیں۔ ہمیں جلد از جلد خود کو سنوارنے کی ضرورت ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم پر حکومت قوانین سے پابندیاں عاید کرے کیوں نہ خود ہی اس برائی سے توبہ کرلیں۔ اور خود کو سدھار لیں۔ ذاتی احساس مبارک چیز ہے ورنہ قانون توضرور ہی برائی کے راستے بند کرسکتا ہے۔

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔